62

ماہنامہ

تجلی

دیوبند

تاریکیوں میں ایک چراغ

ایڈیٹر:- عامر عثمانی (فاضل دیوبند)

سالانہ:- سات روپے
۱۸ شلنگ

۶۲ نئے پیسے
دس آنے

موسم کی
تبدیلی کے
دنوں میں

صافی

استعمال کیجیے

صافی آپ کو خون کی خرابی سے
پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچائے گی
اور آپ کے نظامِ عصبی میں توازن
پیدا کر کے آپ کے جسم میں تازہ خون
کی لہر دوڑا دے گی۔ معدہ کے فعل
کو درست کرے گی اور جسم کو چست
اور پھرتیلا بنائے گی۔

دہلی - کانپور - پٹنہ

ماہنامہ تجلی دیوبند

ہر مہینے کی پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت سات روپے

فی پرچہ دس نئے پیسے

شمارہ ۱۲ — جلد ۱۳

غیر ممالک سے سالانہ قیمت ۱۸ شلنگ شکل پوسٹل آرڈر

(پوسٹل آرڈر پر کچھ نہ لکھئے بالکل سادہ بھیجئے)

فہرست مضامین بابت ماہ فروری ۱۹۶۲ء

۱	آغاز سخن	عامر عثمانی	۴
۲	تفہیم الحدیث	"	۶
۳	تجلی کی ڈاک	"	۱۱
۴	کیا ہم مسلمان ہیں؟	شمس نوید عثمانی	۲۰
۵	حبِ سلام کا رنگ تھا	مولانا عبدالرؤف رحمانی	۲۲
۶	مسجد سے میخانے تک	مولانا ابن العرب مکی	۲۷
۷	چھپڑ خواں سے جلی جائے اسد!	جناب احمد القاسمی	۳۵
۸	مدرسہ سراج العلوم	مولانا عبدالرؤف رحمانی	۴۲
۹	کھرے کھوٹے	عامر عثمانی	۴۸
۱۰	باب الصحت	سیدہ عظیم زہیری	۵۸

تحت رجسٹریشن ایکٹ

نام ——— تجلی (ماہنامہ)

مقام اشاعت ——— اسلامیہ بازار دیوبند

پرنٹر پبلشر ایڈیٹر ۔ عامر عثمانی محلہ ابوالمعالی دیوبند

وطنیت ——— ہندوستان

ملکیت ——— عامر عثمانی

زمینداران ——— عامر عثمانی

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں سرخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپکی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی سے بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(وی پی سات روپے باسٹھ نئے پیسے کا ہوگا) منی آرڈر بھیجکر آپ وی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

پاکستانی حضرات:۔ ہمارے پاکستانی پتہ پر چندہ بھیجکر رسید منی آرڈر اور اپنا نام مکمل پتہ ہمیں بھیجدیں سالہ جاری کر دیا جائے گا۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

مدیر: **عامر عثمانی** (ممبر پریس کونسل دیوبند)

پاکستانی حضرات: **مکتبہ عثمانیہ** ۲۲۸ مینا بازار **پیر الٰہی بخش کالونی** کراچی (پاکستان)

عامر عثمانی پرنٹر پبلشر نے "نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند" سے چھپوا کر اپنے دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

آغازِ سخن

پچھلے مہینے ہم نے اپنی علالت کا تذکرہ کیا تھا۔ شکر ہے یہ علالت مرض الموت تو ثابت نہیں ہوئی، لیکن طویل اور صبر آزما ضرور ثابت ہوئی۔ پھر اسے بھی ایک آزمائش ہی کہیئے کہ میرے چھوٹے بھائی عمر فاروق سلمہٗ جو دفتر کا نظم و نسق سنبھالتے ہیں، نومبر ۱۹۸۶ء میں کراچی گئے تھے۔ ارادہ ایک ماہ کے اندر اندر واپس آجانے کا تھا، لیکن مشیت ایزدی کچھ ایسی ہوئی کہ وہ تادمِ تحریر واپس نہیں آسکے ہیں اور آثار ایسے ہیں کہ شاید عید تک بھی نہ آسکیں۔ ان کے پیچھے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ انکی کرسی بھی میں ہی سنبھالوں اور کارکنانِ ادارہ کی نگرانی کے علاوہ بہت سے وہ کام بھی انجام دوں جو ادارے کے ناظم و مہتمم کے علاوہ کسی کے بس کے نہیں ہوتے۔ ان حالات میں فرائضِ ادارت کی ادائگی کے لئے کافی وقت نہ نکال سکنا تو ظاہر و باہر ہے ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ اگر بیماری بھی آدبوچے تو خود اندازہ کرلیجئے کہ بے بسی کا پارہ کہاں تک پہنچے گا۔

یہ باتیں اس لائق نہیں تھیں کہ شذرات کے اہم کالم میں ذکر کی جاتیں، لیکن جن بے شمار محبین و مخلصین کے خطوط پر میں ان دنوں فوری توجہ نہیں کرسکا ہوں اور اپنے معمول کے خلاف جوابات دینے میں تاخیر سے کام لیا ہے ان کی شکایت اور کوفت کے ازالے کی صورت اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اپنی بے بسی کا ہلکا سا خاکہ ان کے آگے رکھ دوں۔ خطوط کے علاوہ خود تجلّی کے خد و خال میں بھی ان حالات میں کچھ نہ کچھ فرق آجانا غیر قدرتی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ شمّا اُن پُر شوق قارئین کی کس حد تک تسلی کرسکے گا جو تجلّی کا ایک ایک صفحہ انتہائی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ اگر اس شمارے کی افادیت اور کشش معمول سے کچھ کم ہوگئی ہو تو اسے میری ارادی غفلت نہیں بلکہ مجبوری و بے بسی ہی تصور فرمائیے۔ اگلے شمارے کے بارے میں بھی مجھے یقین نہیں ہے کہ پوری توانائی اور توجہ اس پر صرف کرسکوں۔ ایک طرف مذکورہ حالات۔ دوسری طرف ماہِ رمضان۔ نکوکار اور مذکّی حضرات کے لئے تو یہ مہینہ شاید کچھ زیادہ ہی سرگرمی اور جہد و عمل کا پیغام لیکر آتا ہو لیکن ہم جیسے نفس کے بندوں کا حال اس ماہ میں بڑا نا گفتہ بہ رہتا ہے۔ خورد و نوش کے سلسلہ میں جو بیڑیاں ہم لذّت پرستوں نے خود اپنے پیروں میں ڈال لی ہیں ان کی حیثیت نشے سے کم نہیں ہے۔ غلامیِ نفس کی حد ہے کہ چائے حلق سے نہ اُترے تو ذہن و قلم کا ربط ہی ٹوٹ سا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خطوط یا تجلّی کی ڈاک وغیرہ کے سلسلہ میں جن حضرات کو ہم سے ان دنوں بخل اور بے توجہی کا گلہ پیدا ہوا ہے وہ ہمیں متساہل اور متغفّل قرار دینے کی بجائے معذور و مجبور تصور فرمالیں تو کرم ہوگا اور ابھی مزید ایک ماہ ایسا ہی کرم فرماتے رہیں تو اور بھی کرم ہوگا!

سب سے زیادہ بار ہمارے احساس پر سوالات کے اُس انبار کا ہے جنھیں "تجلّی کی ڈاک" میں چھپنا ہے۔ سوالات کی اتنی کثرت تو ہمیشہ ہی رہی ہے کہ وہ تمام کے تمام تجلّی میں نہیں چھپ سکتے، لیکن فی الوقت ان کا انبار اور بھی اونچا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق اور سازگاری دے تو جلد ڈاک نمبر نکالنے کا ارادہ ہے۔

تبصروں کے سلسلے میں بھی کتابیں بھیجنے والے حضرات

سن میں لے اب ملک جو بھرے ا رہے ہیں وہ پچھلے مطالعہ کا ثمرہ ہیں۔ حال کے تقریباً دو ماہ میں پڑھائی بالکل نہیں ہوسکی ہے۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ اگلے ایک دو شماروں میں تبصروں کا خانہ بے رونق ہی رہے۔ اپنی سی کوشش میں ہم کسر نہیں چھوڑیں گے، لیکن وقت کو ربر کی طرح کھینچ کر پھیلا لینا ظاہر ہے کسی کے بس میں نہیں۔

مدت سے بہتیرے کرم فرما فرمائش کئے جا رہے ہیں کہ تجلی کے مستقل مضامین کو خصوصاً "تجلی کی ڈاک" اور "مسجد سے میخانے تک" کو کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے۔ اس فرمائش کی معقولیت کا ہمیں بھی احساس ہے اور کم سے کم "تجلی کی ڈاک" کو تو بہت ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن اس کو کیسا کریں کہ باوجود ارادہ و خواہش کے ہمیں کسی طرح اتنا وقت نہیں مل رہا ہے کہ نظر ثانی کرتے ہوئے تبویب و ترتیب کا کام دے سکیں اب عزم بالجزم کیا ہے کہ کچھ بھی ہو اس کام کو حلہ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ ہماری قوت اور وقت میں برکت عطا فرمائے۔ طباعت پروگرام میں ادارے نے تجلی کے تقریباً تمام ہی مستقل مضامین کو کتابی شکل میں لانا شامل کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کہ حالات کو سازگار اور عزائم کو نتیجہ خیز بنا دے۔ وھو المستعان۔

عامر عثمانی

ماہنامہ ترجمان القرآن کا
منصب رسالت نمبر

ہمیں رنج ہے کہ بعض شائقین کی فرمائشیں قدرے تاخیر سے پوری کی گئیں، مگر شکر ہے کہ کر دی گئیں۔ ابھی اس مقبول و ضخیم نمبر کے کچھ نسخے اور باقی ہیں۔ اہل ذوق فرمائش میں مسابقت فرمائیں۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔ (ڈاک خرچ ایک روپیہ دو آنے)

بلاغ المبین | حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی کی ایک بیش بہا کتاب کا اردو ترجمہ۔ جو بدعت کے رد، سنت کے اثبات اور عقائد صحیحہ کی توضیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔
قیمت مجلد چار روپے

راہِ عمل | اصلاح و تربیت سے متعلق ارشاداتِ رسولؐ کا ذخیرہ تشریح و تفہیم کے ساتھ مولانا جلیل احسن احسن ندوی کے قلم سے۔ ایمان افروز اور سبق آموز۔ پونے چار روپے

بزمِ پیغمبرؐ | احادیث کی تصریح و تبیین دلنشین انداز میں۔ قیمت سوا روپیہ۔

تحریک اسلامی | اپنے لٹریچر کے آئینے میں
اسعد گیلانی کی ایک کتاب جو حق و باطل کی جنگ کا عبرت انگیز خاکہ پیش کرتی ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

سنتِ رسولؐ | حدیث و سنت کے موضوع پر مصر کے مشہور مصنف مصطفےٰ السباعی کی نادر تالیف جس کا مطالعہ انکارِ حدیث کے اس دور میں بے حد افادیت کا حامل ہے۔ معارف مولانا مسعود عالمؒ جیسے محقق کا تحریر فرمودہ ہے۔
قیمت سوا دو روپے۔

قرآن | مترجمہ:۔ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر ضروری تفسیر۔ زمین خانی۔ طباعت اعلیٰ۔ مجلد کریم نو روپے۔

جماعت اسلامی کی ابتدائی دس کتابیں

ایسا نصاب جس میں دین اور دنیا دونوں کا لحاظ رکھا گیا۔
قاعدہ ۴۰ نئے پیسے۔ ہماری کتاب حصہ اوّل ۴۰ پیسے۔ دوم ۶۲ پیسے۔ سوم ۸۰ پیسے۔ چہارم ۸۰ پیسے۔ پورا سیٹ تین روپے۔

مکتبہ تجلی دیوبند (یوپی)

مستقل عنوان

تفہیم الحدیث

صلہ رحمی

۳

بِرُّ الْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَب

رحم مادر کے تعلق سے جو زیادہ قریب ہو صلہ رحمی کا اتنا ہی زیادہ مستحق ہے۔

(۱) عن المقدام بن معدی کرب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:- ان اللہ یوصیکم بامھاتکم ثم یوصیکم بامھاتکم ثم یوصیکم بآبائکم ثم یوصیکم بالاقرب فالاقرب - (اخرجہ البخاری فی الادب المفرد واخرجہ ابن ماجہ واحمد والحاکم)

ترجمہ:-

صحابی رسول مقدام ابن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں وصیت کرتا ہے تمہاری ماؤں کے بارے میں پھر اللہ تعالیٰ تمھیں وصیت کرتا ہے تمہاری ماؤں کے بارے میں۔ پھر اللہ تعالیٰ تمھیں وصیت کرتا ہے تمہارے باپوں کے بارے میں پھر اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے انکے بارے میں جو رشتے میں زیادہ قریب ہوں۔

تفہیم:-

ماں باپ کے حقوق میں کیا اور کتنا فرق ہے اور محدثین و فقہاء نے کن پہلوؤں کا اعتبار کرکے کیا آراء قائم کی ہیں، ان کا ذکر پہلے حقوق الوالدین کے ذیل میں ہو چکا۔ یہاں بھی والدہ کے بارے میں خصوصی تاکید موجود ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے پچھلی تفصیل پر نظر ڈال لیجئے۔ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ نے تو یہی روایت اپنے متن کے ساتھ بھی نقل کی ہے جس میں تین بار یوصیکم بامھاتکم کا فقرہ آیا ہے۔ مفاد ہر حال میں وہی ہے کہ ماں چونکہ کمزور ہے، زیادہ محتاج ہے اس لئے اسکی خدمت اور حسن سلوک پر زیادہ التفات کی ضرورت ہے۔ اس نے جو دکھ تمھیں پیٹ میں رکھ کر اور پھر ایک کٹھن مرحلہ سے گذرتے ہوئے تمھیں جنم دے کر اور پھر دو سال تک تمھیں دودھ پلا کر جھیلا ہے وہ اسی کا مستحق ہے کہ خصوصی شکر گذاری کا عملی ثبوت پیش کیا جائے اور عملی شکر گذاری یہی ہے کہ انسان آخری دم تک اپنی ماں کی دلجوئی، خدمت اور دیکھ بھال میں لگا رہے

یوصیکم:- اردو میں تو وصیت کا لفظ خاص ہو کر رہ گیا ہے اُن کلمات کے لئے جو آدمی اپنی موت کے بعد کے لئے چھوڑ کر جاتا ہے، لیکن عربی میں ایسا نہیں ہے۔ عربی میں وصیت کا اطلاق ہر اُس حکم، نصیحت، تنبیہ اور تعلیم پر ہوتا ہے جس میں وصیت کرنے والے کا جذبۂ خیر خواہی، حق نصیحت اور مرتبہ اعلیٰ شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ قرآن میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ اللہ نے وصیت کی نسبت اپنی طرف کی ہے مثلاً سورۂ نساء میں۔ یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ ۔ رکوع ۲ (اللہ تمھیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں) اور سورۂ انعام

دیا اُس وقت تم حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں یہ حکم دیا تھا)
اور اسی سورۃ کے انیسویں رکوع میں تو تین مرتبہ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ کے الفاظ آئے ہیں۔ سورۃ شوریٰ میں ہے۔ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک پر خصوصی توجہ دلانے کے لئے تین جگہ یہ مبارک کلمہ آیا ہے۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ (سورۃ عنکبوت۔ لقمان۔ احقاف۔ ہم نے انسان کو وصیت کی اس کے والدین کے بارے میں)۔

ویسے تو حکم الٰہی اور وصیت الٰہی ایک ہی چیز کی دو تعبیریں ہیں، لیکن جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے لفظ وصیت میں یہ مفہوم ابھرا ہوا ہے کہ وصیت کرنے والا نہایت بہی خواہ، ہمدرد اور صاحب بصیرت ہے۔ جن لوگوں کو وصیت کی جا رہی ہے ان کے حق میں اس سے بڑھ کر مفید و مبارک بات کوئی نہیں جس کی وصیت کی جا رہی ہے۔ لفظ حکم اور لفظ امر میں حاکمیت و اقتدار کا مفہوم غالب ہے۔ شدت بھی اس میں شامل ہے۔ چنانچہ ایسا ہر حکم جس کی سرتابی خود اللہ کے حقوق میں کوتاہی کا سبب بنتی ہے۔ امر ہی کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

حدیث باب میں آخری ٹکڑا الا قرب فالا قرب ہمارا آج کا موضوع ہے۔ یہ ٹکڑا بعض قابل اعتماد روایات میں یوں بھی آیا ہے۔ ان اللہ یوصیکم بالا قرب فالا قرب۔ اس طرح اس کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ ہر حال میں مقصود حدیث یہ بتانا ہے کہ صلہ رحمی میں کیا معیار پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ آدمی کے بہت سے رشتہ دار ہوتے ہیں اور ان میں متعدد اس لائق بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔ مومن کی شان ہے کہ اپنے تمام ہی ضرورتمند رشتہ داروں کی مدد کرے۔ لیکن اگر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ سب کی ضروریات پوری کر سکے تو پھر زیادہ توجہ اس حاجتمند کی طرف دینی چاہیئے جو رشتے کے لحاظ سے زیادہ قریب ہو۔

فرض کیجئے آپ کی خالہ اور خالو بہت غریب ہیں نیز ایک چچازاد بہن اور اس کے شوہر بھی بہت غریب ہیں۔ سردی آتی ہے۔ ان دونوں گھروں میں کافی لحاف بستر موجود نہیں ہیں، آپ میں اتنی استطاعت تو نہیں کہ دونوں کو لحاف بستر خرید کر

کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کو بتاتے ہیں کہ خالہ کو نیکی کر دو۔ وہ رحم کے لحاظ سے اقرب ہیں۔ ویسے تو طبعاً بھی آپ خالہ ہی کو ترجیح دیں گے لیکن بعض حالتوں میں طبیعت کے تقاضوں پر بعض اور چیزیں چھا جاتی ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے یہ آپ کی خالہ زبان دراز ہوں، کھری ہوں، آپ انھیں پسند نہ کرتے ہوں۔ اس کے برخلاف وہ چچازاد بہن خوش مزاج ہوں، حلیم ہوں۔ آپ ان سے زیادہ مانوس ہوں ایسی صورت میں آپ کی طبیعت یہی چاہے گی کہ وہ ایک لحاف اور بستر جو آپ کی استطاعت میں ہے ان بہن ہی کو دیدیں اور خالہ کو نظر انداز کر دیں۔ ایمان کی آزمائش کا یہی وقت ہے اللہ اور رسول کہتے ہیں کہ الاقرب فالاقرب۔ قرب گویا استحقاق کی بنیاد رحمی رشتہ ہے نہ کہ دوسرے اوصاف۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ یہ لحاف اور بستر خالہ ہی کو دیا جائے۔

اس تمثیل سے آپ اور بہت سے معاملات میں اللہ اور رسول کی مرضی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ دراصل رزق اور ضروریات زندگی اور مالی معاملات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا فرمودہ رشتوں ہی کو معیار بنایا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک میت جو ترکہ چھوڑے گی اس میں تمام ہی وہ لوگ حصہ دار ہوں گے جن کا حصہ اللہ نے مقرر کر دیا۔ اگر کوئی حصہ دار پرلے درجے کا سیاہ کار اور دوسرا حصہ دار نہایت زاہد و عابد ہے تو اس فرق سے ان کے حصوں میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ اسی طرح جس شخص سے آپ نے قرض لیا ہے وہ بعد میں چاہے کتنا ہی بڑا بدکار اور فتنہ پرداز ثابت ہوتا چلا جائے لیکن اس حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا جو اس کا آپ پر قائم ہے۔ ایسا ہی معاملہ صلہ رحمی کا بھی ہے۔ جو مرد یا عورت آپ سے رشتہ میں زیادہ قریب ہے وہ چاہے بدمزاج ہو، بدنہاد ہو، جھگڑالو ہو، تند خو ہو، کچھ بھی ہو وہ بہرحال آپ کی صلہ رحمی کا ان مردوں اور عورتوں سے زیادہ مستحق ہے جو خوش مزاج و خوش اطوار ہوں اور آپ کو ان سے لگاؤ بھی زیادہ ہو۔ اگر آپ مومن ہیں تو صلہ رحمی کے باب میں رشتہ داروں کے اوصاف

پکڑیئے اور دنیاوی قدردانی کے عوض جزائے آخرت کی امید لگائیے۔ صلہ رحمی، غریبوں کی امداد، ضرورتمندوں کی حاجت روائی ہر حال میں ایک عمدہ صفت ہے، لیکن یہ خالص دین اور عبادت اسی وقت بنتی ہے جب آدمی کی نظریں اپنے طبعی میلانات سے گذر کر اللہ اور رسول کے احکام و ہدایات پر لگی رہیں۔ وباللہ التوفیق

عن ابن عمر ما انفق الرجل علی نفسه و اهله یحتسبها الا اجر الله تعالی فیها وابدأ بمن تعول فان کان فضلا والاقرب فالاقرب وان کان فضلا فناول۔

ترجمہ:۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے اور اپنے اہل و عیال پر حدود الٰہیہ اور احکام شرعیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ یقیناً اس خرچ کرنے کا ثواب و اجر عطا کرتا ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ سب سے پہلے تو اُن پر خرچ کرو جو تمہارے عیال ہیں۔ پھر اگر فاضل بچ رہے تو رشتہ داروں پر خرچ کرو اور جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اتنا ہی زیادہ مستحق ہے اور اگر پھر بھی بچ رہے تو اوروں کو بھی شریک کرلو۔

تفہیم:۔ یہ اگرچہ اپنی موجودہ شکل میں حدیث نہیں ہے اثر ہے۔ گویا اس میں قال رسول اللہ کہکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ پورا مضمون حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی طرف منسوب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اثر حدیث ہی کے درجے میں ہے۔ بعض اور روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ مضمون فی الاصل اللہ کے رسول ہی کا بیان فرمودہ ہے جس میں کوئی تبدیلی ابن عمرؓ نے نہیں کی الا یہ کہ الفاظ ان کے اپنے ہوں۔

اس حدیث سے یہ نکتہ بھی واضح ہوا کہ خود اپنے اوپر خرچ کرنا بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے مگر شرط وہی ہے کہ خرچ کا احتساب بھی کیا گیا ہو۔ احتساب کا لفظ بڑا جامع ہے۔ اس میں یہ بات تو بدرجۂ اولیٰ شامل ہے کہ روپیہ خالص حلال ذرائع سے کمایا گیا ہو۔ ہر ہر مرحلے میں یہ نظر رکھنا کہ ابتدائی درجہ ہے۔ پھر اس کو خرچ کرنے میں احتساب کا مطلب یہ ہے کہ نہ اسراف ہو نہ بخل۔ اللہ اسراف و تبذیر کو بھی منع کرتا ہے اور بخل کو بھی ناپسند فرماتا ہے۔

فرمایا گیا:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل)

اور نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے بالکل باندھ لے اور نہ اس بُری طرح کھولدے کہ پھر تو بیٹھا رہے الزام کھایا ہزیمت خوردہ۔

یعنی یہ کنجوسی بھی بُری کہ جیب کا منھ بالکل ہی بند کردو اور یہ فیاضی بھی بُری کہ آگا پیچھا دیکھے بغیر اس طرح جیب جھاڑ دو کہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو بیٹھو اور پھر پیسہ پیسہ کیلئے دوسروں کا منھ تکو۔ اعتدال و توسط اللہ کو پسند ہے۔ وہ دنیاوی نتائج کے لحاظ سے بھی محمود ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ما عال من اقتصد۔ وہ شخص محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔ آمدنی سے زائد خرچ کرنا اور طاقت سے بڑھ کر ریاست دکھلانا اللہ کو بھی پسند نہیں اور دنیاوی اعتبار سے بھی ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔

یہاں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ تو اس کی تائید نہیں کرتا۔ آپؐ کا حال تو یہ تھا کہ جو کچھ بھی آتا تھا سب خرچ کر ڈالتے تھے، بچا کر نہیں رکھتے تھے بلکہ کبھی اتفاق سے کچھ بچا رہ گیا ہے اور پھر آپ کو خیال آیا ہے تو اس کو اللہ کی راہ میں فوراً خرچ کرنے کے لئے اس درجہ بیتاب ہوئے ہیں کہ اگلی صبح کا بھی انتظار نہیں کیا ہے۔

علیٰ ہذا اکابر صحابہؓ نے اللہ کی راہ میں اپنی استطاعت سے بڑھ کر مالی قربانیاں دی ہیں۔ کسے نہیں معلوم کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ چٹا پھٹنی تک جہاد کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تھے اور جب حضورؐ نے پوچھا تھا کہ ابو بکر! بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا تو اللہ کے اس پاک سیرت بندے نے جواب دیا تھا "اللہ اور اس کا رسول!" تو خوب سمجھ لو کہ ایک تو ہے عام کلیہ اور ایک ہے مخصوص و

انسانی معاملہ۔ احسان و وسط کا سبق عام انسانی ہمدردی و ضرورت کے پیش نظر دیا گیا ہے اور اس کا تعلق نارمل حالات سے ہے۔ خاص لوگوں اور خاص حالات کے لئے اس میں استثناء ہے۔ جو اللہ کے بندے اس درجہ راضی برضا، مستغنی، قانع اور مطمئن قلب والے ہوں کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دینے کے بعد بھی ان کا دل غنی رہے۔ وہ بھولے سے بھی کسی کی طرف نگاہ سوال اٹھا کر نہ دیکھیں ان کے چہروں پر افلاس فریاد و احتجاج کی کیفیت پیدا نہ کر سکے۔ ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دیتے ہیں تو اس سے وہ خرابی پیدا نہیں ہوتی جس کے سدباب کے لئے مذکورہ آیت نازل کی گئی ہے۔ اللہ کے رسولؐ سب کچھ خرچ کر ڈالتے تھے، لیکن آپ کے اندر نہ تو احساس افلاس پیدا ہوتا تھا نہ ادنیٰ درجہ میں یہ تصور کہ کل کو میرا اور میرے عیال کا رزق کہاں سے آئے گا۔ علیٰ ہذا ابوبکرؓ بھی ایسے ہی تھے کہ سب کچھ رسولؐ کے قدموں میں رکھ دینے کے بعد بھی ان کے وہم تک سے یہ بات نہیں گذری کہ میں مفلس ہو گیا ہوں۔ کل میرے بال بچے کیا کھائیں گے میں کس سے مانگ تانگ کے گذارا کروں۔

پھر یہ دور بھی انتہائی نازک تھا۔ کفر کا دیو آزمیدہ کھولے اسلام کی طرف بڑھ رہا تھا اور آغوش گیتی میں مٹھی بھر مسلمان کفر کی لاتعداد فوجوں سے ٹکرانے پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔ اگر اس وقت اسلام کے بعض نیازمندوں نے اپنا سب کچھ حق اور باطل کی اس جنگ میں حق کے پائے ناز پر رکھ دیا تو اس کا اس اسراف و تبذیر سے کوئی تعلق نہیں جسے اللہ تعالیٰ کل البسط کے ذیل میں منع فرما رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان اگر حدود اللہ کا پورا خیال رکھتے ہوئے خود اپنے پر بھی کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ اسے اس کا اجر دیتا ہے۔ اپنے بعد عیال کا نمبر ہے۔ عیال اُن افراد کو کہتے ہیں جو اپنے رزق اور ضروریات زندگی میں کسی اور کے محتاج ہوں۔ آپ کی بیوی آپ کے نابالغ بچے آپ کی عیال ہیں۔ اگر والدین خود کفیل نہیں تو معنوی اعتبار سے ان کا درجہ بھی آپ کے لئے عیال ہی کا ہے۔ اسی طرح بیوہ بہن یا محتاج بھائی آپ کی عیال میں شامل ہے۔ حدیث سبز دیبی ہے کہ عیال پر بھی آپ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس پر اجر و ثواب ملے گا بشرطیکہ حدود اللہ کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ اس کے بعد وہ ترتیب بتائی جاتی ہے جو انفاق کے لئے اللہ اور رسولؐ کو پسند ہے۔ پہلے عیال کی کفالت کیجئے۔ اگر اس کے بعد گنجائش نکلے تو رشتہ داروں میں دیکھئے کون لوگ مدد کے مستحق ہیں، ان میں مقام وہ ہے جو رشتہ میں آپ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر دو رشتہ دار مستحق امداد ہوں اور آپ کے پاس صرف اتنا ہی ہو کہ محض ایک کی مدد کر سکیں تو اس کی مدد کیجئے جو زیادہ قریبی رشتہ رکھتا ہے۔

اور اگر اللہ نے اتنا دیا ہے کہ مستحق عزیزوں کی مدد کے بعد بھی مزید گنجائش ہے تو پھر اللہ کی پوری مخلوق سامنے ہے۔ جس محتاج و مفلوک کی بھی مدد کر سکیں کر گذریں۔ اس پر اجر ملے گا اور انشاء اللہ دنیا میں بھی رزق کشادہ کیا جائے گا۔ عمر میں بھی برکت ہوگی۔ قلب میں بھی نور و سکینت کی کیفیت بڑھے گی بس شرط وہی ہے کہ احتساب سے نہ چوکئے۔ اگر مدد کرتے ہوئے کسی کو ذلیل کیا یا بار بار احسان جتایا یا اپنی امارت کے زعم میں گردن اکڑالی یا اپنی سخاوت و خدا ترسی کا خوب خوب پروپیگنڈا کیا تو سمجھ لیجئے اجر آخرت کھوٹا ہوا۔ اجر کا مدار نیت اور عمل دونوں کی سلامتی اور اخلاص پر ہے۔ بجائے آخرت کے آپ دنیا ہی میں شہرت یا اور کوئی نفع کما لینا چاہتے ہیں تو سودا دنیا ہی میں چک گیا۔ بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا اب آخرت میں کیا لیں گے۔

عربی سیکھنے والوں کیلئے تحفۂ نادرہ

القاموس الجدید

ایک رفیع الشان اردو عربی ڈکشنری۔ بے شمار اردو الفاظ کے عربی مترادفات کے علاوہ اس میں ضرب الامثال، محاورات اور زبان کے نئے تغیرات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ ضروری مقامات پر تصاویر کے ذریعے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ مفید بیش قیمت اور جلیل القدر۔

قیمت مجلد سات روپے۔

مکتبہ تجلی دیوبند (یوپی)

سفرنامہ ابن بطوطہ مکمل

مشہور سیاح ابن بطوطہ کے عربی سفرنامے کا شگفتہ ترجمہ۔ جناب رئیس احمد جعفری کے قلم سے۔

سفرنامہ ابن بطوطہ کی چند خصوصیات:۔

(۱) دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو (۲) مشرق اور اشیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس منچلے سیاح کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ (۳) سرزمین مغرب کے بعض مقامات کی بھی ابن بطوطہ نے سیاحت کی (۴) اور پھر اپنے تأثرات و مشاہدات سفر پوری سچائی، بے باکی اور جرأت کے ساتھ قلم بند کر دیئے۔

قیمت مجلد سیزدہ روپے۔

فقہ الاسلام

اسلامی اصول و قوانین پر ایک عظیم عربی تصنیف۔ جس کا سلیس اردو ترجمہ نہایت سلیقے سے چھاپا گیا ہے۔

یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں کئی فصلیں ہیں۔ ابواب مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہیں

پہلا باب:۔ اسلامی قوانین کے وہ اصول جن پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور جن کے ذریعے تفصیلی احکام معلوم کئے جاتے ہیں۔ **دوسرا باب:۔** وہ اصول اور شرعی دلائل جن کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے **تیسرا باب:۔** شرعی احکام میں علماء کے اختلاف کے اسباب **چوتھا باب:۔** اسلامی فقہی قواعد۔ **پانچواں باب:۔** اسلامی شریعت کی خوبیاں اور محاسن۔ **چھٹا باب:۔** اسلامی قوانین سازی میں اجتہاد کی آزادی۔ **ساتواں باب:۔** اسلامی شریعت کے بارے میں جدید بحث و تحقیقات اور اس کا مغربی قوانین سے مقابلہ اور جدید تقاضوں کے مطابق اسلامی شریعت کی صلاحیت۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

اسلامی معاشیات

از سید مناظر احسن گیلانیؒ اسلامی علوم کی فہرست میں ایک جدید فن کا اضافہ۔ اسلام کے معاشی نظام کا ایک تحقیقی مرقع۔ روئے زمین کے مسلمانوں کے قلوب کی پکار کا جواب ہوتا ہے۔ مولانا بیلاتی کا بہترین کارنامہ۔ قرآنی آیتوں اور نبوی حدیثوں کے ایسے نئے تشریحی پہلو جو اس کتاب میں پہلی دفعہ پیش کئے گئے ہیں۔

قیمت مجلد بارہ روپے۔

سیرت ابن ہشام

قدیم ترین عربی کتاب۔ سیرت ابن ہشام کا اردو ترجمہ۔ قدردانوں کیلئے ایک بیش بہا تحفہ۔ چند ہی نسخے ہیں جلد طلب فرمائیں۔ مجلد دس روپے

تدوین حدیث

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی اس شہرہ آفاق کتاب کے پھر کچھ نسخے میسر آگئے ہیں حدیث کی شرعی حقیقت، اہمیت و ضرورت، تدوین و حفاظت اور معیار رد و قبول سے متعلق جملہ مباحث پر مدلل گفتگو۔ شکوک و شبہات کا ازالہ۔ قیمت سات روپے۔

تاریخ اسلام کامل

از:۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

یہ تین جلدوں کی ضخیم تاریخ دنیا بھر میں مشہور رہی۔ قدیم و جدید تاریخوں کا نچوڑ سمجھئے۔ اسلام کی اس سے زیادہ جامع معتبر اور نفیس تاریخ اردو میں کوئی نہیں۔ روشن کتابت و طباعت۔ سفید کاغذ۔ حسین گرد پوش۔ تین جلدیں الگ الگ مجلد۔ قیمت چھتیس روپے

تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات

تاریخ کے بعض دلچسپ اہم اور تعجب خیز واقعات کا عبرت آموز بیان۔ قیمت تین روپے۔

فتنہ انکار حدیث کا منظر و پس منظر

منکرین حدیث کے رد میں ایک مبسوط، مدلل اور دلچسپ کتاب۔ ان کے ہر ہر اشتباہ کا جواب۔ ان کے افکار کی پوست کندہ حقیقت اور ان کے موقف کی لغویت کا اثبات۔ نہایت لطف اور دل نشیں نقد۔ قیمت مکمل سہ حصہ ساڑھے تیرہ روپے۔

مکتبہ تجلی دیوبند (یو۔پی)

تجلی کی ڈاک

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن

سوال: از عبدالرشید۔ باجرہ گڑھی ضلع سیالکوٹ

ہمارے یہاں یہ دعویٰ بڑے زور شور سے کیا جا رہا ہے کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی بیٹی تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کوئی اور بیٹی بھی ہوتی تو واقعہ مباہلہ میں ضرور بلائی جاتی۔ حالانکہ حضورؐ نے صرف جناب فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وجہ تھی کہ ابنائنا اور نسائنا کی جگہ باقی بیٹیوں کو ساتھ نہ لایا گیا۔ کیا اُس وقت وہ زندہ نہ تھیں یا فوت ہو گئی تھیں۔ مذکورہ تمام باتوں کو بادلائل واضح فرمائیں میں نے اسی واسطے کتاب تاجدارِ مدینہ کی شہزادیاں رضی اللہ عنہن منگوائی تھی جو کہ ادارہ قبول (چھپرہ دلاہور) نے شائع کی ہے۔ مگر افسوس وہ بالکل مختصر ہے۔ اس لئے اگر آپ اپنے مخصوص انداز میں مضمون لکھ کر تجلی میں شائع کر دیں تو بہت مہربانی ہوگی بلکہ بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے گا۔ بلکہ اگر آپ اس موضوع پر ایک اچھی خاصی کتاب شائع کر دیں تو تمام ملک بلکہ ممالک میں ایک ضروری مسئلہ حل ہو کر تمام لوگوں کی ضرورت پوری کر جائے گا۔

الجواب:

آپ کا سوال نہایت معصومانہ ہے۔ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں یا نہیں یہ مسئلہ ضروری تو کیا ہوتا سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ نہ اس سلسلہ میں ایسی کسی غلط فہمی کا وجود پایا جاتا ہے جو میری خامہ فرسائی سے دور ہو سکے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جن ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پونے چودہ سو سال پہلے عرب میں آمنہ نامی خاتون کے بطن سے ایک مولود پیدا ہوا تھا جسے اللہ نے خاتم النبیینؐ کا مرتبہ عطا فرمایا اور جب یہ دنیا سے رحلت کر گیا تو تختِ خلافت پر ابوبکر، عمر اور عثمان و علی رضوان اللہ علیہم بالترتیب جلوہ آرا ہوئے ان ہی ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زائد بیٹیاں تھیں۔ اب اگر کوئی بوالفضول کہنے لگے کہ پہلی خلافت ابوبکرؓ نے نہیں علیؓ نے کی تھی اور عمرؓ سرے سے خلیفہ ہی نہیں ہوئے تو نہ یہ کوئی مسئلہ ہوگا نہ اسے غلط فہمی کے خانے میں رکھا جائے گا، بلکہ یہ تو ایک فتنہ پردازی ہوگی جسے علمی دلائل کی بجائے زور و قوت ہی سے دبایا جا سکے گا۔ اسی طرح جو لوگ یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صرف ایک بیٹی تھی وہ کوئی علمی مسئلہ نہیں اٹھاتے، بلکہ فتنہ و فساد کو جنم دیتے ہیں۔ ان کے رد میں اظہر من الشمس روایات کو دہرانا اور حوالوں کے ڈھیر لگانا ایک طرح پر بیوقوف بننے کے مرادف ہے۔ زید عین دوپہر میں کہتا پھرے کہ سورج نہیں نکل رہا بلکہ اب تو تہجد کا وقت ہے تو کوئی سنجیدہ آدمی یہ نہیں کہے گا کہ سورج کی موجودگی پر دلائل پیش کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا ایک بدنصیب گروہ کفر و زندقہ کے فیض صحبت سے نسل پرستی کی برہمنی ذہنیت کا شکار نہ ہو گیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کا معاملہ کبھی ایک مستقل نزاعی مسئلہ نہ بنتا اور اگر کسی درجہ میں اس پر بحثیں بھی ہوتیں تو خالص تاریخی نوعیت کی ہوتیں۔ دینی عقائد و تصورات سے ان کا کوئی پیوند نہ ہوتا لیکن بحالت

موجودہ آپ کو اور بھی اہلِ ہوش کو معلوم ہے کہ اصل مسئلہ بیٹیوں کا نہیں ہے، بلکہ اُس فاسد و کاسد ذہنیت کا ہے جو اسلامی تعلیمات اور اصول و اقدار کی آفاقی و انسانی حیثیت کو نسل پرستی کے محدود ترین دائرے میں قید کر کے دین کو مسخ کر دینا چاہتی ہے۔ اس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا قرآنی معیارِ فضیلت تو دلوں سے محو ہو جائے اور ساری عظمتیں اور ساری عزتیں ایک ہی خاندان میں محدود ہو کر رہ جائیں۔ پھر پورا خاندان بھی اسکے پیشِ نظر نہیں، بلکہ جس طرح اہلِ ہنود میں ذات پات کا سلسلہ پیچ در پیچ ہے اور ہر ذات کے اپنے حلقے میں مختلف اونچی نیچی ذاتیں ہیں۔ اسی طرح یہ ذہنیت خاندانِ نبوی کے صرف چند افراد کو ساری بزرگیاں عطا کر دینا چاہتی ہے اور یہ مجرم ذہنیت اس درجہ گہری عصبیت میں رنگی ہوئی ہے کہ اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے وہ ہر اُس دلیل اور مشاہدے اور مسلّمے سے انکار کر دیتی ہے جس سے اس کی ناپاک آئیڈیالوجی پر حرف آتا ہو۔ آپ غور کریں۔ مباہلہ کے وقت حضرت فاطمہؑ کے سوا کسی بیٹی کو ساتھ نہ لانے کو اس بات کی دلیل بنا لینا کہ حضورؐ کی کوئی اور بیٹی تھی ہی نہیں کیا ایسی ہی منطق نہیں ہے جیسی کسٹوڈین کے کارکن اختیار کرتے ہیں۔ کسٹوڈین والوں کو یہاں تک کمال حاصل ہے کہ جس شخص کی جائداد پر وہ قبضہ جمائے ہیں وہ زندہ سامنے موجود ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہماری رپورٹ میں تو صاف لکھا ہے کہ تم پاکستان جا چکے ہو، لہٰذا ثابت کرو کہ تم ہندوستان ہی میں ہو! — بلکہ بعض کیسوں میں تو یہاں تک ہوا ہے کہ رپورٹ میں زید کی موت درج ہو گئی ہے حالانکہ وہ سامنے آ کر خود کہہ رہا ہے کہ بھائیو میں مرا نہیں ہوں، لیکن جواب دیا گیا ہے کہ کیسے نہیں مرے ہو۔ کاغذوں میں تو صاف موت درج ہے۔ ثابت کرو کہ نہیں مرے۔

ایسا ہی کچھ معاملہ پیغمبرؐ کی بیٹیوں کا ہے۔ جس طرح یہ مسلّم ہے کہ عالمگیر ایک بادشاہ تھا، عمر فاروق ایک عظیم صحابی گذرے ہیں، عیسیٰؑ اور موسیٰؑ جلیل القدر پیغمبر تھے، اسی طرح یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ذی النورین اسی لئے کہا جاتا تھا کہ آپ کے اللہ کے رسول آلِ ہی دو بیٹیاں بیاہی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یا گروہ فاسد مقاصد کی خاطر اس مسلّمے سے انکار کرتا ہے تو کیا بعید ہے وہ ایک قدم بڑھ کر یہ بھی کہہ دے کہ عثمانؓ نامی تو کوئی صحابی ہی نہیں گذرا ہے۔ آخر دھاندلی، ہٹ دھرمی اور فتنہ انگیزی کا علاج علمی دلائل سے کون کہاں تک کر سکیگا۔

اچھا بالفرض محال مان لیا کہ حضورؐ کے ایک ہی بیٹی تھی۔ — پھر کیا مدعی چلا بیٹھے گا — ہرگز نہیں۔ یہ شوشہ تو دراصل بطور تمہید تھا۔ مقصود کچھ اور ہے۔ مدعی چاہتا ہے کہ ایک طرف حضرت عثمانؓ کا وہ امتیاز ختم کرے جس میں حضرت علیؑ بھی انکی برابری نہیں کر سکتے۔ یعنی رسول اللہؐ کی دو بیٹیوں کے شوہر ہونے کا امتیاز۔ دوسری طرف وہ چاہتا ہے کہ تمام ممکن عقیدوں کا رجوع و ارادی صرف حضرت فاطمہؑ کو بنا دے تاکہ عیسائیوں کی مریمؑ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ایک مریم تیار ہو جائے۔ مسلمانوں کی مریمؑ زیادہ اونچی نہیں وہ بس اتنی ہی بلند ہے جتنا کوئی بشر ہو سکتا ہے۔ مگر غلو پسند ذہن کو کبھی یہ بات پسند نہیں آ سکتی کہ شاعرانہ خیال آرائیوں کا میدان تنگ ہو جائے۔ وہ تو بے لگام گھوڑے کی طرح بگ ٹٹ دوڑنا اور خلائی راکٹ کی طرح اونچی فضاؤں میں اُڑنا چاہتا ہے۔ وہ علیؑ میں الوہیت اور فاطمہؑ میں مافوقیت پیدا کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتا مافوقیت اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ سیدہ فاطمہؑ امت کی تمام غیر صحابی عورتوں سے بہتر ہیں۔ وہ رسول اللہؐ کی محبوب بیٹی ہیں۔ لہٰذا ان کی محبت ہمارے سر آنکھوں پر۔ لیکن انھیں مافوق البشر اوصاف سے موصوف کرنا اور ان کی توصیف و ثنا کو امہات المومنینؓ اور دیگر جلیل القدر صحابیاتؓ کی تحقیر و تقلیل کے لئے استعمال کرنا ایسے ہی مگراہوں کا کام ہو سکتا ہے جنھیں خوفِ خدا اور حسابِ آخرت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بس ذہنی عیاشی کے طور پر دین میں بحثیں اور نکتہ سنجیاں کر رہے ہوں۔

حاصل جواب یہ ہے کہ آپ روافض کی چیرہ دستیوں سے بچئے۔ ان کا بنیادی فکر ہی کج ہے تو ثریا تک دیوار کج ہی جائے گی۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ آیتِ تطہیر کے ذیل میں

کے معیارِ اعلیٰ کو پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ قرآن کچھ کہہ رہا ہے اور مفسرین اس حدیث کے ذریعے اس کا رخ کسی اور طرف پھیرے دے رہے ہیں۔ حدیث بجائے خود صحیح بھی ہو تو اس سے وہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے جو اہلِ فضل حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم عند اللہ۔

حوض کا مسئلہ

سوال نمبر ۱: از اسد۔ آندھرا پردیش۔ حیدرآباد دکن۔

میں اور میرے دوست کے مابین یہ مسئلہ باعثِ نزاع ہے کہ پانی کے حوض میں وضو کے وقت پاؤں ڈالنا شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے۔ میرے دوست کا کہنا ہے کہ پاؤں ڈالنا ضروری ہے تاکہ وضو کامل اور بہتر ہو سکے، لیکن میں کہتا ہوں یہ غلط ہے۔ ویسے سہواً ڈالا جائے تو قابلِ گرفت نہیں۔ براہِ کرم تجلّی کے صفحات پر اس کا جواب عنایت فرمائیے تاکہ میں اور دوسرے حضرات مستفید ہو سکیں۔

الجواب:

ویسے تو یہ سوال اس درجے کا نہیں تھا کہ اشاعت پذیر ہوتا، لیکن چونکہ حوض میں وضو کا رواج مسلمانوں میں کافی ہے اس لئے اشاعت انشاء اللہ غیر مفید نہ ہوگی۔

یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ حوض میں پاؤں ڈالنا ضروری ہے۔ کمالِ وضو اگر پانی میں پیر ڈبونے ہی پر منحصر ہوتا تو لوٹے سے وضو کبھی کامل نہ ہو سکتی۔ حالانکہ اللہ کے رسولؐ اکثر و بیشتر برتن ہی کے ذریعہ وضو فرماتے تھے۔ وضو کا کمال تو ہے کہ متعلقہ اعضاء اچھی طرح دھلیں۔ یہ مقصد جس طرح بھی حاصل ہو وضو کامل ہو جائے گی۔

عاجز کہتا ہے کہ حوض میں پیر ڈالنا کراہت پر مشتمل ہے۔ حوض کی ایجاد تو اس لئے ہوئی تھی کہ بعض مقامات پر پانی کمیاب تھا۔ یا پانی تو تھا لیکن مسجد میں نمازیوں کے لئے اسے مہیا کرنا دشوار تھا۔ ان وجوہ سے تھی توسع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حوض ایجاد کیا گیا۔ یہ بیشک آرام دہ اعلیٰ اور نفاست کے شائستہ تر تخیل کا لحاظ کیا جائے تو ایسے مقامات پر جہاں پانی وافر ہے اور مسجدوں میں اسے مع ظروف مہیا کرنا آسان ہے حوض کا استعمال پسندیدہ چیز نہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ طبیعتوں اور جبلتوں میں رنگا رنگی اللہ ہی کی پیدا فرمودہ ہے۔ بعض مزاج نفاست پسند ہوتے ہیں۔ بعض کو نفاست سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بعض بین بین ہوتے ہیں۔ حوض کا مروجہ طریقہ یقیناً نفاست پسند طبیعتوں کے لئے گراں ہے۔ کتنے ہی لوگ سنک اور بلغم تک حوض میں گرا دیتے ہیں۔ ایسے تو بہت ہیں جو انگلیوں سے ناک سنک کر بلا تکلف ان انگلیوں کو حوض میں دھو ڈالتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ بھی مسجدوں میں آتے ہیں جن کے لباس میلے اور بدن چکٹ ہوتے ہیں۔ ان کے میل زدہ اعضاء کو حوض کے پانی میں دھلتے ہوئے دیکھ کر بین بین طبیعتیں بھی یقیناً منغض ہوں گی۔ یہ استکراہ کوئی عیب نہیں، بلکہ اللہ کی پیدا فرمودہ ایک جبلت ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ فی زمانہ حوض سازی سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہئے۔ حتی الوسع سے مراد یہ ہے کہ لوٹوں (بدھنوں) اور پانی کا انتظام نمازیوں کے لئے کیا جا سکتا ہو تو وہی بہتر ہے۔ جہاں حوض پہلے سے موجود اور مستعمل ہیں وہاں بھی وضو کرنے والوں کو نفاست اور پاکیزگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ چلّوؤں سے پانی لیجئے اور اعضاء کا دھووَن بجائے حوض کے نالیوں میں گرائیے۔ پیر ہرگز حوض میں مت ڈالئے اور اگر ڈالنے ہی ہیں تو پہلے انھیں چلّوؤں سے پانی لے کر اچھی طرح دھو لیجئے۔ پھر ڈالئے۔

کلیہ ہے کہ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ قصداً آفت میں پڑنا یا دوسروں کو ضرر پہنچانا اسلام میں نہیں ہے۔ حوض پر سبھی وضو کرتے ہیں۔ کسی کو حق نہیں کہ وضو کا ایسا طریق اختیار کرے جو نفیس طبع لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ایک شخص میل زدہ، گرد و غبار

ہے جو ہر سلیم الطبع کے لئے تکلیف دہ ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ پیر اگرچہ دوسرے اعضاء کی طرح ایک عضو ہیں لیکن وجدان کے لئے ان کا درجہ نسبتاً پست ہے۔ آپ قرآن کو ہاتھوں میں لے سکتے ہیں، لیکن پیروں سے نہیں چھوا سکتے۔ حتیٰ کہ صابنوں سے دھوکر اور سارا میل کچیل صاف کرکے بھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب انھیں قرآن سے چھوا دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیروں کو حوض کے پانی میں گھولنا یقیناً ایسی حرکت ہے جو سلیم طبائع پر گراں ہونی ہی چاہئے۔ چاہے وہ کتنے ہی صاف اور گورے چٹے ہوں مگر پیر تو پیر ہی ہیں کسی کے سر پر دست شفقت کی بجائے گورا چٹا پائے شفقت رکھ دینا اگر واہیات بات ہوگی تو یہ بات بھی واہیات ہی ہے کہ محض فقہی توسع سے فائدہ اٹھا کر پیروں کو اس پانی میں گھولا جائے جس سے وضو کی جا رہی ہے اور وضو کرنے والے اس سے کلی غرارہ بھی کر رہے ہیں۔

ہم مادہ پرستوں کے مقلد نہیں ہیں۔ تاہم حقائق کے منکر بھی نہیں ہیں۔ شائستگی کا جو معیار تہذیب نو نے عام کر دیا ہے اسے جائز حدوں میں ملحوظ رکھنا ہی ہوگا۔ حوض سازی فرض و واجب یا مسنون و مندوب نہیں ہے اختیاری و انتظامی فعل ہے۔ موجودہ عصری تصورات کے لئے اگر اس میں استکراہ ہے تو کیا ضروری ہے کہ حوض بنا کر غیر مسلمین اور مغرب زدہ مسلمین کے لئے استہزا اور تنفر کا ساز و سامان مہیا کیا جائے۔ ہماری پختہ رائے ہے کہ انتہائی ناگزیر صورتوں کے علاوہ اب حوض کا استعمال ترک ہو جانا چاہئے۔ عاجز کہتا ہے کہ اسلام کی نفاست، نظافت اور تہذیب و شائستگی بھی حوض کے طریقے کی تحسین نہیں کرتی، بلکہ از راہ رعایت اس کا اذن دیتی ہے۔ حوض بنانا کارِ ثواب نہیں ہے ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک انتظامی چیز ہے۔ ضرورت زیادہ صاف و شفاف، پاکیزہ اور نفیس و لطیف ہو جانا چاہئے۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

پیروں کا مسح یا غسل؟

سوال ۳: — از عبدالرشید۔ باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ

قرآن مجید میں اللہ کریم فرماتے ہیں:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ط

پارہ ۶ سورہ المائدہ رکوع ۲۔ ہمارے چند شیعی دوست فرماتے ہیں کہ ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے دو حصے ہیں۔ پہلا فَاغْسِلُوْا ہے جس میں منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھونے کا حکم ہے۔ آیت کا دوسرا حصہ حکم ۲ ہے۔ یعنی جہاں پر وَامْسَحُوْا ہے وہ دوسرا حکم ہے۔ یعنی مسح کرنے کا جس میں سر اور پیر آتے ہیں۔

المختصر آیت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کیلئے مسح کا حکم ہے۔ مگر آپ لوگ پاؤں دھوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ سو عرض ہے کہ جناب کی خدمت میں پہلے بھی عرض کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں جناب نے فرمایا تھا کہ تم نے آیات صحیح نقل نہیں کیں۔ میرا خیال ہے کہ اب میں نے صحت کر دی ہے۔ پھر بھی ہو سکتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہو، مگر جناب مہربانی فرما کر اس کا جواب تجلی میں دیں تو عین مہربانی ہوگی۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ جو اعضاء دھونے کے حکم میں ہیں اُن کے لفظوں پر زبر ہے اور جن کا مسح کا حکم ہے اُن سب پر زبر ہے۔ اسی طرح اَرْجُلَكُمْ پر بھی زبر ہے۔ مگر اتنی سی بات سے تسلی نہیں ہو سکتی جب تک آپ وضاحت سے نہ سمجھائیں۔ اسکا جواب اس لئے بھی ضروری ہے کہ نماز جیسے اہم حکم کیلئے ذرا سا شبہ بھی بہت بڑے نقص کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے پھر نماز کے لئے وضو فرض ہے اور اگر وضو میں ہی ظن یا شک رہے تو نماز اطمینانِ قلب سے خالی ہو جائے گی اور

اس لئے مکرر سہ کرر گذارش ہے کہ ضرور بالضرور تحمل میں جواب دیں۔ دیگر عرض ہے کہ تازہ شمارہ میں آپ نے سودی کاروبار پر بہت کامیاب مضمون لکھا ہے جسپر آپ کو بار بار مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مگر معاف کیجئے گا سب لوگ تو سودی کاروبار نہیں کرتے اس لئے میرے ناقص خیال میں اتنا لمبا مضمون لکھنے سے دیگر کئی مضامین رہ جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ دین کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالدی جائے تو اس سے اچھا ہے۔ بہرحال بہت کامیاب مضمون ہے۔ اگر اب بھی کسی کو سود کے متعلق کوئی شک ہے تو اُس کی نیت میں فتور ہے جس کا علاج اللہ تعالیٰ کے سوا کون کر سکتا ہے۔

الجواب:۔

آپ ذرا سا غور کر لیتے تو یہ مسئلہ ایسا پریشان کن نہیں تھا۔ جو اہل علم ہیں انھیں تو خوب معلوم ہے کہ سورۂ مائدہ کی متذکرہ آیت پر سلف میں کافی بحثیں ہو چکی ہیں اور وضو میں پیر دھونے کا حکم دلائل قاہرہ سے ثابت ہے، لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ فرض کیجئے آپ کو ان بحثوں کا علم نہیں، یہ تو بہرحال آپ کو علم ہے کہ اُمت مسلمہ کا سوادِ اعظم اور سلف و خلف کے تمام علمائے اہل سنت اس پر قولاً و عملاً متفق ہیں کہ وضو میں پیر دھونا ضروری ہے صرف مسح بلا عذر کافی نہیں۔ اس علم کے باوجود اگر کسی وسوسہ انداز کی ذرا سی نکتہ سنجی سے آپ کا یقین و اطمینان ریب و تذبذب میں بدل گیا ہے اور اس قضیہ کو آپ "بہت بڑی مصیبت" کے نام سے یاد کرنے لگے ہیں تو یقین کیجئے کہ ایسے ضعفِ یقین کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ وسوسے ڈالنے اور اشتباہات پیدا کرنے والے تو فی زمانہ خود رَو گھاس کی طرح اُگ رہے ہیں۔ کون ہر ہر قدم پر آپ کے ایمان و یقین کو سنبھالے گا اور کس کس سے آپ ہارمانتے چلے جائیں گے۔

محترم! اچھا فرض کر لیجئے۔ شیعہ حضرات ہی کا خیال درست ہو کہ اس آیت سے پیر کا مسح ثابت ہے نہ کہ دھونا۔ مان لیجئے کہ تمام علمائے اہل سنت اس آیت کی ترجمانی میں غلطی کر گئے ہیں، لیکن یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ پانی سے دھونا ہے۔ کوئی چیز اگر صرف مسح سے پاک ہو سکتی ہو تو پانی سے دھو لینے سے بدرجۂ اولیٰ پاک و صاف ہو جائے گی۔ اگر آیت میں مسح ہی کا حکم دیا گیا ہوتا اور ہم آپ علمائے اہل سنت کی تحقیق کے مطابق پیر دھونے پر عامل ہوں تو سوچئے کہ اس سے ریب و شک اور نقص و خامی کے امکانات پیدا ہوتے ہیں یا زیادہ اطمینان کی راہ نکلتی ہے۔ اگر معاملہ یوں ہوتا کہ ہمارے علماء مسح کا حکم دیتے تب تو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے آیت میں دھونے کا حکم دیا گیا ہو اور ہماری وضو ناقص رہتی ہو۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تو ظاہر ہے کہ نقص اور کمی کا کوئی سوال نہیں، بلکہ اطمینان مزید کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ کسی گناہ کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے تو ظاہر ہے کہ جو شخص بارہ کو کھلا دے اس کے کفارے میں شک کی گنجائش نہیں پیدا ہوتی کوئی کپڑا ایک بار دھونے سے پاک ہو سکتا ہو لیکن آپ تین بار دھو دیں تو کوئی نادان یہ نہیں کہے گا کہ ایک سے زیادہ بار دھونے کی وجہ سے کپڑے کا پاک ہونا مشکوک ہو گیا۔ اسی طرح وضو اگر پیروں کے مسح سے بھی درست ہو جاتی ہو تو پیروں کو دھو لینے سے بدرجۂ اولیٰ درست ہو گی اور وہ شخص ناسمجھ ہی کہلائے گا جو مسح کے مقابلہ میں دھونے کا زیادہ اولیٰ اور مطہر طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے وضو اور نماز میں شک کی جھلکیاں دیکھنے لگے۔

میرے بھائی! شک کی راہ تو شیعہ مسلک کھولتا ہے آپ جانتے ہیں کہ بلا عذر تیمم درست نہیں ہے لیکن اگر ایسے عذر کی حالت میں جو تیمم کے جواز میں کافی ہو وضو کر لیا جائے تو کوئی ہوشمند یہ نہیں کہے گا کہ شک اور تذبذب کی راہ نکل آئی۔ معذور ہونے کے باوجود تیمم کی بجائے وضو کر لینا اولیٰ و اتقیٰ طریقہ ہے نہ کہ مشکوک و معیوب۔ لیکن اسکے برعکس بلا عذر شرعی تیمم کر لیا جائے تو نماز نہیں ہو گی۔ اب غور کیجئے کہ آیت میں دونوں امکانات ہیں۔ یہ بھی کہ پیروں کے مسح کا حکم دیا گیا ہو اور یہ بھی کہ دھونا ضروری ٹھیرایا گیا ہو۔ شیعہ مسلک کے اعتبار سے تو صاف خطرہ موجود ہے کہ

وہ تیمم کی طرح کم درجہ ہے۔ لیکن اہلِ سنت کے مسلک میں کوئی خطرہ نہیں۔ اگر حکم الٰہی مسح ہی ہو تب بھی دھونا تو مسح اور تیمم سے آگے کی چیز ہے۔ اس سے بدرجۂ اولیٰ وضو ہو جائے گی۔ شریعت حکم دے کہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرو۔ زید پانچ فیصد ادا کرتا ہے تو یہ اولیٰ اور اقرب ہوگا نہ کہ ناقص و مشکوک۔ ہاں دو فی صد ادا کرے گا تو نقص پایا جائے گا۔ آیت میں حکم مسح فرض کر لینے کے باوجود اہلِ سنت کے مسلک میں کوئی خطرہ نہیں مگر دھونے کا حکم فرض کیا جائے تو شیعہ مسلک میں خطرہ ہی خطرہ ہے کہ جس طرح بلا عذر تیمم وضو کا قائم مقام نہیں اسی طرح بلا عذر مسح وضو کے لئے کافی نہیں۔

ایک اور طرح سوچئے۔ سر کے مسح کا حکم دیا گیا ہے اور مسلک حنفی میں چوتھائی سر کا بھی مسح کافی ہے۔ اب اگر کوئی شخص بجائے معمولی مسح کے اچھا خاصا پانی چلّو میں لیکر پورے سر کو بھگو لیتا ہے تو کیا آپ کے دل میں یہ شک پیدا ہوگا کہ اس کی وضو ناقص رہ گئی؟ ظاہر ہے کہ نہیں ہوگا۔ نقص تو کمی کو کہتے ہیں۔ شک اس وقت ہوتا جب وہ مسح میں کوتاہی کرتا۔ لیکن اس نے تو تطہیر میں اضافہ کیا ہے بجائے چوتھائی کے پورے سر کو بھگویا ہے۔ لہٰذا شک اور خامی کا سوال ہی نہیں۔ اسی طرح اگر فرض کر لیں کہ آیت میں حکم پیروں کے مسح ہی کا ہے تب بھی دھو لینا بدرجۂ اولیٰ وضو کو کامل کر دیتا ہے اور مسح تو دھونے کی صورت میں بہرحال پایا گیا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ شیعہ دوست کی وسوسہ اندیزی سے آپ کا گھبرا اٹھنا سنجیدہ بات نہیں۔ اپنے معتقدات کے باب میں آپ ایسے ہی ضعیف الارادہ اور ڈگمگ یقین ہے تو ہزار عامر عثمانی بھی آپ کے درد کا مداوا نہ کر سکیں گے۔

اب نفسِ آیت کی طرف آئیے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ اہلِ سنت کے نزدیک تو پیروں کا وضو میں دھونا ایک طے شدہ مسئلہ ہے جس پر سب مطمئن ہیں اور اہلِ تشیع کا اطمینان کرانا ہمارے بس میں نہیں۔ کیونکہ ان کی عینک، ان کا زاویۂ فکر،

عینک لگا لیں پھر کوئی قیامت تک آپ کو دھوپ کے اُس صحیح رنگ کا اندازہ نہیں کرا سکتا جو فی الحقیقت اس کا ہے آپ کیمرے کے لینس کو تھوڑا سا ٹیڑھا فٹ کر لیں پھر کسی بھی چیز کی ہو بہو تصویر نہیں اُتر سکتی۔ اہلِ تشیع کی منطق جدا ہے وہ جب بھی نہیں مانتے کہ انبیاء کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ جب اُن اکثر و بیشتر صحابہؓ تک کو ظالم گمراہ قرار دیتے ہیں جن کی بیش بہا قربانیوں کے طفیل اسلام ہر چار چاند لگے تو ایک مسح کا مسئلہ ہی کیا طے کرنا رہ گیا ہے۔

تاہم مختصراً عرض ہے کہ آیت میں اگر ارجلکم کے لام پر زبر پڑھیں تو دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور زیر پڑھیں تو مسح کا۔ بڑے بڑے علمائے عربی اور ائمۂ نحو و لغت میں دونوں ہی قراتوں کا قول پایا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ قواعدِ زبان کے اعتبار سے زبر اور زیر دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ کسی ایک اعراب کو متعین کرنے کی عادلانہ اور ایماندارانہ راہ کیا ہو سکتی ہے۔ کھلی بات ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ویسا ہی عمل کیا ہوگا جیسا آیت میں نازل ہوا اور اللہ کے رسولؐ کا عمل جن ذرائع سے امت کو معلوم ہو سکتا ہے وہ بھی کوئی راز نہیں۔ پھر وضو تو پانچ وقت کا معاملہ تھا۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا وضو کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور پھر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ جس طرح دیکھا ہو اُسی طرح خود بھی عمل نہ کیا ہو۔ اب حدیث و آثار کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے۔ نظر آئے گا کہ تمام صحابہؓ وضو میں پیر دھونے ہی پر عمل کرتے تھے۔ یہ عمل بجائے خود کافی شہادت ہے اس بات کی کہ رسول اللہؐ کا عمل کیا تھا اور زبانی بھی بے شمار صحابہؓ نے رسول اللہؐ کی وضو کے بیان میں پیر دھونے ہی کا ذکر کیا ہے۔ الا یہ کہ حضورؐ خفین (موٹے موزے) پہنے ہوتے ہوں۔

صحابہؓ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اور ائمہ و مشائخ اور عامۃ المسلمین وضو میں پیر ہی دھوتے آئے۔ یہ دلیل مبین ہے اس حقیقت کی کہ صحابہؓ ایسا ہی عمل کرتے تھے

اور صحابہ خود مقصود نبی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہو سکے تو ہرگز اس پر متفق نہ ہوتے۔ تب آپ سے آپ ثابت ہو گیا کہ اس جملہ کے لام پر زبر ہے جس سے پیر دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

ویسے سطحی نگاہ سے دیکھا جائے تو کوئی شک نہیں کہ شیعی نقطۂ نظر زیادہ انسب نظر آتا ہے۔ پہلے دھلنے والے اعضاء کا بیان ہو گیا پھر وَامْسَحُوْا کے تحت مسح والے اعضاء ہی کا بیان اقرب الی الصواب محسوس ہوتا ہے۔ لیکن متنبہ ہونا چاہئے کہ یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہے جن سے ایک لطیف پیرائے میں اہل ایمان کا امتحان مقصود ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ پھر یہ وضاحت بھی خود قرآن ہی کرتا ہے کہ متشابہات کے پیچھے وہی لوگ دوڑتے ہیں جن کے قلوب میں کجی ہے۔ آخر کیا دشوار تھا کہ اللہ تعالیٰ متشابہات نازل کرتا ہی نہیں۔ صرف محکمات پر اکتفا فرماتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ متشابہات نازل بھی کیں اور یہ بھی تبیہ کر دی کہ جو ان کے پیچھے سرگرداں ہوگا راہ گم کر دے گا یہ آزمائش کی صورت ہے۔ ایسی ہی آزمائش بعض اور طریق پر بھی کی ہے۔ مثلاً سورۂ اعلیٰ میں فرمایا گیا وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى۔ اب اگر ایک عربی کا ماہر مسلمان ذرا بھی خلل ایمانی میں مبتلا ہو تو بدگمانی کر سکتا ہے کہ یہ فقرہ باعتبار ترتیب ناقص رہ گیا۔ صحیح تو یوں ہوتا کہ وَنُيَسِّرُ الْيُسْرٰى لَكَ (تمہارے لئے ہم آسانی پیدا کر دیں گے) یا مثلاً سورۂ الضحیٰ میں فرمایا گیا اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (کیا ہم نے تمہیں یتیم نہیں پایا پھر تمہیں ٹھکانا دیا اور تمہیں بھٹکتا ہوا پایا تو راہ سجھا دی اور تمہیں غریب پایا تو غنی کر دیا) اس کی مناسبت سے اگلے جملوں کی ترتیب یوں ہونی چاہئے تھی فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ لیکن یوں ترتیب نہیں ہے بلکہ بیچ کا جملہ آخر میں جا پڑا ہے تو ہو نہ ہو یا تو جبریل علیہ السلام سے آیات کے دہرانے میں غلطی ہو گئی ہے یا حضورؐ ہی نے غلط ترتیب سے یاد کرا دیا ہے یا پھر اللہ میاں ہی لفظ و سر مرتب کے سن کو محفوظ نہیں رکھ سکے (نعوذ باللہ من ذالک)

ایسی مثالیں قرآن میں بہت ہیں جہاں سطحی نگاہ سے اسی طرح کی "بے ترتیبی" معلوم ہوتی ہے جیسی "بے ترتیبی" ارجلکم کے لام پر زبر پڑھنے کی صورت میں معلوم ہوتی ہے لیکن یہ آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اللہ کے رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون زبان و لسان کے ذرا سے چکر میں پیروی کا قلادہ گردن سے نکال کر اپنے فہم و ادراک کا تابع ہو جاتا ہے۔ ظاہری اعتبار سے ارجلکم کا تعلق وامسحوا سے چاہے کتنا ہی اقرب الی الصواب ہو لیکن جب اللہ کے رسولؐ نے پیروں کا مسح نہیں بلکہ دھونا معمول بنایا اور صحابہؓ نے اس کی پیروی کی تو ایمان کا تقاضا ہے کہ اسی پر آمنا و صدقنا کہا جائے۔ ویسے بھی پیر دھونے کی عقلی مصلحت ظاہر ہے۔ کوئی بھی عضو عام حالات میں گرد و غبار سے اس درجہ آلودہ نہیں ہوتا جتنے پیروں کے پنجے ہوتے ہیں اور پیروں بھی تمام داخل وضو اعضاء میں اسفل درجہ رکھتے ہیں لہٰذا ان کی پاکی کا زیادہ بہتر طریقہ یہی داخل وضو ہونا چاہئے۔ مسح پر دھونے کی افضلیت اتنی ظاہر و باہر ہے کہ کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

پیٹ کی باتیں

سوال[۱۴]: — از عبد الوحید۔

جولائی کے مئی ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں ہم نے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی ابو الوفا صاحب شاہجہانپوری کی قبر پرستی اور قول و عمل کے تضاد کے سلسلے میں کچھ استفسار کیا تھا اور یہ تحریر کیا تھا کہ ان حضرات کے رویہ سے کچھ لوگ جو راہ راست پر آ گئے تھے وہ عالم تذبذب میں پڑ گئے ہیں اس سلسلے میں آپ کے مفصل جواب نے بحمد اللہ ان لوگوں پر بہت اچھا اثر کیا۔ خیال تھا کہ شاید مذکورہ مولوی صاحبان کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور سوسو اسو روپے کی خاطر اب ضمیر فروشی نہ کریں گے اور درگاہ میں عرس کے موقع پر تشریف نہ لائیں گے۔ مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے یہ دیکھا کہ دونوں حضرات پھر تشریف لائے اور

بڑی دھڑلے سے پھر وہی سب باتیں لیں جو سال گذشتہ میں کی تھیں۔ ان کے رویہ کو دیکھ کر ایک بریلوی مولوی صاحب نے کہا کہ لوگ مزار پر مرغا۔ بینڈھا وغیرہ چڑھاتے ہیں ہم نے بھینسا چڑھا دیا۔ یہ اشارہ مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف تھا افسوس ہے۔ شہر کے خوش عقیدہ حضرات کے جذبات سے ہر دو مولوی صاحبان کی طرف سے بہت برگشتہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک اشتہار عرس کے موقع پر شائع ہوا تھا جس میں مولوی صاحب مذکور سے کچھ سوالات کئے گئے ہیں۔ یہ اشتہار عین اُس وقت تقسیم ہوئے جب مولوی محمد قاسم صاحب تقریر کرنے بیٹھے اشتہار خود ان کے ہاتھ میں دیا گیا مگر مولوی صاحب نہایت صفائی کے ساتھ اسکو پی گئے ایک بھی سوال کا جواب دینے کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنا نذرانہ اور تبرکات لیکر چلے گئے۔ اشتہار مذکورہ بالا برائے تبصرہ ارسال خدمت ہے۔

الجواب :۔

آپ کے مرسلہ پمفلٹ کو نقل کر کے اس پر تبصرہ کرنا سوائے طولِ لاطائل کے اور کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا یہ واضح ہو چکا۔ لیکن نفسِ امارہ کے پائے سرکش میں ہتھیاں ڈالنا دلائل کے بس سے باہر ہے۔ فی الحقیقت آپ کے خط میں کوئی بات جواب طلب ہی نہیں لیکن اسے صرف عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے۔

ہاں یہ سُن لیجئے کہ قبوری شریعت کے ناپاک ہنگاموں کی حرمت کا دیوبندی مسلک کی طرف اور ان کے جواز و استحسان کا بریلی کی طرف منسوب ہو جانا محض ایک اصطلاحی بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ طویل الذیل مسئلہ کسی گروہی مسلک سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ تو دین کے اساسی اُمور میں شامل ہے۔ قبر پر میلے لگانا حرام ہے، مُردہ بزرگوں سے مدد چاہنا شرک ہے، گانا بجانا زندقہ ہے۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز بدعت و معصیت ہے۔ یہ سب دیوبندیوں کا مسلک نہیں، بلکہ قرآن کا فیصلہ اور حدیث کا فرمان ہے۔ یہ سب اللہ اور رسول کا واضح فرمودہ ہے۔ دیوبندیوں نے اسکے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اس لئے یہ ان کا مسلک قرار دیا گیا اور بریلویوں نے اسے نفسانی و شیطانی رجحانات کی رَو میں بہا دیا اس لئے ان کا مسلک جواز و استحسان ٹھیرایا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلک و مسلک کا ان مسائل میں کوئی سوال نہیں۔ یہ تو صریح حق و باطل کا مقابلہ ہے۔ ایک طرف توحید ہے دوسری طرف شرک و بدعت۔ ایک طرف عبدیت ہے اور دوسری طرف زندقہ۔ ایک طرف قرآن و سنت ہیں اور دوسری ذہنی مبالغے، خیالی پروازیں، ضعفِ اعتقاد اور غلو و غلو۔ ایک طرف مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کا یقین محکم ہے اور دوسری طرف عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ابْنُ اللّٰهِ والا فاسد ذہن۔

مولوی محمد قاسم اور مولوی ابوالوفاء صاحبان اگرچہ خود کو دیوبندی المسلک کہتے ہیں اور پھر بھی شریعت قبوری کے ہنگاموں میں شریک ہو کر کچھ پیسہ کما لیتے ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ جمعیۃ العلماء کے اعیان و اکابر تصویر کشی کو حرام بتلاتے ہیں لیکن ان کا آرگن روزنامہ الجمعیۃ دھڑلے سے تصویریں شائع کرتا ہے۔ نہ کرے تو اس کا کہنا ہے کہ اخبار نہ چلے۔ اسی طرح کتنے ہی مسلمان رشوت لیتے ہیں شراب پیتے ہیں۔ جوا کھیلتے ہیں۔ زنا کرتے ہیں۔ اگر مذکورہ دونوں مولوی صاحبان ہی اس گرانی کے دور میں مالی منفعت کی خاطر تھوڑا سا تقیہ کر گذرتے ہیں تو اس میں تعجب اور تشویش کی کیا بات ہے۔ جہاں تک اس طرح کے سوالات کا تعلق ہے کہ آخرت میں ایسے نفاق اور تقیہ کا کیا انجام ہوگا۔ دنیا میں لوگ کیا کہیں گے اور برادرانِ ملت پر ان حرکتوں کا کیا اثر پڑے گا تو خوب سمجھ لیجئے کہ ان سوالات کی گرفت عرصہ ہوا علماء کے دل و دماغ سے ڈھیلی ہو چکی (الا ماشاء اللہ) اگر یہ گرفت ڈھیلی نہ ہوتی تو امتِ مسلمہ آج اس انجام کو پہنچی ہوتی نہ ہوتی۔ اگر کوئی آلہ ایسا ہوتا جو بتا سکتا کہ فلاں شخص کے قلب میں خدا اور حسابِ آخرت کا خوف کس مقدار میں ہے تو یقین کیجئے عجیب عجیب انکشافات سامنے آتے۔ کتنے ہی ایسے لوگوں کے بارے میں جنھیں ہم دنیا دار ناقابلِ التفات سمجھتے ہیں، یہ آلہ بتاتا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان کے دلوں میں خوف آخرت کی وافر مقدار موجود ہے اور یہ کہتے ہی ایسے بزرگوں کے بارے میں جن کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ ان کے بچوڑے ہوئے، دامن سے فرشتے وضو کرتے ہیں یہ آلہ انکشاف کرتا کہ اس خوف آخرت کے نام کی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ غرور تر رہا ہے۔ کبر عبادت ہے۔ یا پھر گہرا نفاق ہے۔

صحیح جواب یہ ہے کہ کھانے کمانے دیجئے ان لوگوں کو جو جی بھر کے دنیا کمانا چاہتے ہیں عام غنائی دلیل سے توڑ سکتا ہے لیکن کسی دیوبندی مولوی کو عرسوں میں جانے اور نذر و نیاز وصول کرنے سے نہیں روک سکتا۔ یہ تو اس دستہ فاروقی کا کام ہے جو نہ جانے اب کب آئے گا۔

تاج کمپنی (لاہور) کے چند تحفے

حمائل مترجم (الف) تفسیر و ترجمہ:- حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ۔ کاغذ دلائتی چکنا۔ سائز درمیانی۔ ھدیہ آٹھ روپے۔ (یہی چیز نسبتاً ہلکے کاغذ میں چھ روپے)۔

حمائل مترجم (ب) ترجمہ و تفسیر:- شاہ عبدالقادر کاغذ عمدہ۔ سائز متوسط۔ نہایت حسین چھپائی۔ دورنگی بیلدار۔ ھدیہ نو روپے۔

حمائل بلا ترجمہ چھوٹا سائز۔ حروف روشن اور نمایاں کاغذ عمدہ۔ جلد بہت خوشنما۔ ھدیہ ساڑھے چار روپے۔

قرآن اور حمائلیں

قرآن مترجم
- ترجمہ مولانا محمود الحسنؒ شیخ الہندؒ۔
- تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔

بلاک کی نفیس طباعت۔ جلد پر سنہری ڈائی۔ اس ترجمہ و تفسیر کی مقبولیت اور افادیت کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔
ھدیہ بائیس روپے
(اسی کی حمائل مجلد تیرہ روپے کی ہے)

قرآن معرا حروف روشن۔ کاغذ سفید۔ طباعت عمدہ نفیس ھدیہ مجلد آٹھ روپے (اس کا حمائل سائز مجلد پانچ روپے)

بدعت کیا ہے؟
(نیا اضافہ شدہ ایڈیشن)

اس کتاب کے مدلل مقالات جس قدر مقبول و مفید ثابت ہوئے اس پر اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اب نیا ایڈیشن اعلیٰ کاغذ پر ایک اہم اضافے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔
ترجمان السنۃ کے شہرہ آفاق مؤلف مولانا **بدر عالم** مدنیؒ کا نصیحت نامہ جس کا لفظ لفظ دینی دردمندی، خلوص اور سوز و گداز کا مرقع ہے۔ سولہ صفحات کے اضافے کے باوجود قیمت وہی تین روپے۔

رکعات التراویح مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کی ایک وزنی کتاب۔ اس کے رد میں ایک کتاب "انوار مصابیح" لکھی گئی تھی اس کا جواب بھی اس ایڈیشن میں شامل ہے۔ بیس رکعات تراویح کی تائید میں اس کتاب کا مطالعہ از بسکہ ضروری ہے۔
قیمت ڈھائی روپے۔ مجلد ساڑھے تین روپے

اردو فارسی ڈکشنری اردو سے فارسی بنانے کیلئے ایک مختصر لیکن اہم اور مفید ڈکشنری۔ قیمت بارہ آنے۔

مسئلہ سود از:- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جس میں جاہلیت عرب کے ربوا اور مہاجنی سود پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے سود کی اقتصادی تباہ کاری کا اثبات کیا گیا ہے۔
قیمت صرف سوا روپیہ

مستقل عنوان

شمس نوید عثمانی

کیا ہم مسلمان ہیں؟

مومن کی پریشانی

طلحہؓ کے چہرے سے گہری پریشانی ٹپک رہی تھی۔

جیسے کوئی بہت بڑا اجانبا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو! — یا جیسے کوئی سنگین جرم رنگے ہاتھوں پکڑا جائے! شریک زندگی سعدیٰؓ نے یہ حال دیکھا تو گھر کا سارا کام کاج چھوڑ کر گھبرائی ہوئیں ان کے پاس آئیں اور پریشان حال شوہر کے چہرے کا جائزہ جلدی جلدی لینے لگیں — "پریشانی کا راز کیا ہو سکتا ہے؟" انھوں نے سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا — زندگی کے ہنگاموں میں دُور دُور تک کوئی ایسی بات دکھائی نہ دی جس سے ایسی پریشانی لاحق ہو سکتی ہو۔

"کیا بات ہے؟" آخر ان سے نہ رہا گیا اور بڑے پیار اور دل سوزی سے بول اُٹھیں "کچھ تو بتائیے آخر کیا حادثہ پیش آ گیا ہے؟"

فکر و تشویش کے بھاری بوجھ تلے سینے پر ڈھلکا ہوا سر اُٹھا — اور اضطراب میں ڈوبی ہوئی دو بے نور آنکھیں سعدیٰؓ کے معصوم چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا!

"بتائیے کچھ تو بولئے!" سعدیٰؓ کچھ اور بیتاب ہو گئیں۔

"آخر کیا ماجرا ہے؟ — کیا مجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے؟"

"نہیں نیک بخت!" آہ سرد بھرتے ہوئے طلحہؓ کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی "قصور تمہارا نہیں — میرا ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہی ہو کہ میرے پاس کس قدر سرمایہ جمع ہو گیا ہے! اُف میرے خدا! — سونے چاندی کے ڈھیر دنیا میں اپنے پیچھے یونہی چھوڑ گیا تو خدا کے پاس ان ہاتھوں میں کیا لیجا ؤنگا!"

اور یہ کہہ کر آپ خالی ہاتھوں سے کف افسوس ملنے لگے۔

نیک دل عورت نے اپنے شوہر کی یہ بات سُنی، لیکن ایک حرفِ تعجب بھی مُنہ سے نہ نکلا۔ طلحہؓ کی یہ عجیب و غریب پریشانی سعدیٰؓ کی نظر میں بھی بڑے فکر کی بات تھی۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ "اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جس کے ہاتھوں میں تو سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ بھی نہیں! — جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے! — جو انسانوں کے درمیان خوش حال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور حاضر ہو تو اس کو بھوکے ننگے بھکاریوں کی صف میں جگہ دی جائے!!"

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں!" سعدیٰؓ نے محبت بھرا دلاسا دیتے ہوئے کہا — "سیدھا سادہ علاج ہے اس کا! روپیہ نکالئے اور راہِ مولا میں لُٹا دیجئے!"

اور طلحہؓ نے یہ الفاظ سُنے تو بچوں کی طرح خوشی سے کھل گئے خدا کی راہ میں لٹا دینے کے تصور نے دولت کو سچ مچ ایک قیمتی خزانے میں ڈھال دیا۔ جس کی امانت ہے اسی کے حوالے کر دینے کا خیال دل کا سارا بوجھ ہلکا کر گیا۔ دولت کا قیمتی ڈھیر — پورے چار لاکھ دینار! — مگر اس مردِ مومن اور میومنہ کو پورا یقین تھا کہ خدا کی جنت اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔

چار لاکھ دینار کا خزانہ بے دریغ لٹنا شروع ہوا۔ بنو تیم کے یتیموں نے اس دولت سے اپنے دامن بھرتے ہوئے سوچا کہ اسلامی معاشرے کی آغوش میں ان کے باپ کی شفقت پوری قوت سے زندہ ہے — بیواؤں نے اپنے سہاگ کے جشن منعقد ہوتے ہوئے دیکھے اور قرض کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں نے ایک بار پھر خدا کی زمین پر آزادی کا سانس

دیئے۔ اپنے گروہ پیش کی دنیا کو خوش حال بنانے کے بعد وہ خود خالی ہاتھ کھڑے ہوتے تھے ۔۔۔ مگر اب ان کی روحانی پریشانی ختم ہو چکی تھی ۔۔۔ اب ان کے ہونٹوں پر ایک لافانی مسکراہٹ کا نور تھا۔ ہاں اب ان کے ہاتھوں کی دولت ان کے دل کی گہرائیوں میں ہمیشہ کے لئے سما گئی تھی۔ اب وہ اس طرح خوش و خرم اپنے گھر لوٹ رہے تھے جیسے کسی خوفناک جنگل میں بھٹکنے والا پریشان راہی خطرات کی تاریکی سے نکل کر گھر کی راہ پر آ لگا ہو۔

ایک بار پھر یہی طلحہؓ سوگ میں ڈوبے ہوئے کھڑے تھے!

عمر ابن خطابؓ کا ادھر سے گذر ہوا۔ وہ چلتے چلتے رک گئے اور ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے نفسیاتی زندہ دلی کا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا ۔۔۔ "طلحہؓ! خیر تو ہے؟ کیا کسی سے لڑ گئے ہو؟"

"نہیں!" پریشانی سے تھکی ہوئی آواز طلحہؓ کے خشک ہونٹوں پر سسک گئی۔

"پھر کیا بات ہے آخر؟"

دلگیر آواز میں جواب ملا ۔۔۔ "اے عمرؓ! ۔۔۔ میں خدا کے رسولؐ کی ایک قیمتی بات بھول گیا ہوں۔ آپؐ نے کچھ الفاظ ایسے فرمائے تھے اور کہا تھا کہ موت کی گود میں دم توڑتی ہوئی زبان ان الفاظ کو ادا کرے گی تو جاں کنی کا کرب دور ہو جائے گا اور چہرے پر طمانیت کی شگفتگی پھیل جائے گی ۔۔۔ میں نے ان الفاظ کو یاد کیا تھا، مگر حیف ہے مجھ پر کہ اب ۔۔۔۔ اب وہ الفاظ مجھے کسی طرح یاد نہیں آ رہے!"

حضرت عمرؓ نے مرد مومن کے جذبات غم کی شدت کو رشک اور مسرت کے ساتھ محسوس کیا اور بولے "کیا خدا کے رسولؐ نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ سے بھی بہتر کوئی کلمہ سکھایا تھا؟"

طلحہؓ یہ سنکر خوشی سے اچھل پڑے ۔۔۔ "قسم ہے خدا کی! ۔۔۔ یہی تھے وہ الفاظ! ۔۔۔ بالکل یہی!!"

کیسی حسین ہو گی وہ دنیا جس میں طلحہؓ جیسے مرد اور سعدیٰؓ

مسلمان ہیں ۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جہاں ہماری خوشی کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ان کا غم شروع ہوتا تھا! پھر ان کی خوشی کونسی خوشی تھی؟ کون ہے جو اس کا تصور بھی کر سکے؟ ۔۔۔ ہم بھی مسلمان ہیں ۔۔۔ مگر اس اسلام کی بلندیوں کا تصور کرتے ہوئے بھی ہماری زندگی تھک کر گر جاتی ہے جو طلحہؓ کے خدا ترس سینے میں اور سعدیٰؓ کی پاکباز فطرت میں رچا بسا تھا ۔۔۔ آہ کیا ہم سچ مچ "مسلمان" کہلانے کے مستحق ہیں؟ اے کاش اس کا جواب اثبات میں ہوتا!!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ۵ کتابیں

اُردو لباس میں

الوسیلہ | وسیلے کی حقیقت اور شرعی حدود کیا ہیں۔ کیا سنت ہے اور کیا بدعت۔ کونسا راستہ فلاح آخرت کا ہے اور کونسا گمراہی کا۔ لاجواب تحقیقی مواد۔ قیمت مجلد نو روپے۔

تفسیر آیت کریمہ | حضرت یونس علیہ السلام کی دعا لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کے بارے میں ایک استفتاء۔ اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کی طرف سے اس کا سیر حاصل، مفصل، مدلل اور ایمان افروز جواب۔ بہترین نکات ایمانیہ اور ہر ہر گوشے کی تفہیم و تشریح۔ تین روپے (مجلد ساڑھے تین روپے)

وجد و سماع | گانا بجانا، قوالی، عرس وغیرہ کے بارے میں بے نظیر گفتگو۔ پیش لفظ مدیر تجلی کا ہے۔

قیمت ایک روپیہ

مناسکِ حج | حج اور مقامِ حج کے بارے میں محققانہ مواد۔ قیمت مجلد تین روپے۔

حقیقتِ عبودیت | عبادت کیا ہے؟ اس کے جواب میں شیخ الاسلام کے جامع، مبسوط اور پند و موعظت سے لبریز افادات۔ ایک روپیہ ۳۵ پیسے

مکتبہ تجلی دیوبند (یو۔پی)

جب اسلام کا راج تھا

از مولانا عبدالرؤف رحمانی

(۳) حضرت عمرؓ جس زمانے میں خلیفۃ المسلمین تھے تو اپنا کچھ سرمایہ تجارتی قافلہ میں شام کی طرف بھیجنا چاہا۔ اس سلسلے میں چار ہزار درہم بطور قرض حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے طلب فرمائے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ نے قاصد کو جواب دیا کہ حضرت عمرؓ سے کہدو کہ بیت المال سے قرض لے لیں جب یہ پیغام حضرت عمرؓ کو ملا تو انھیں یہ بات بہت ناگوار گذری۔ ایک دن جب حضرت عمرؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا میں نے بیت المال سے قرض اس لئے نہیں لیا کہ شاید قرض ادا کرنے سے پہلے میں مرجاؤں اور میرے امیر المومنین ہونے کی رعایت کرکے مجھ سے لوگ مطالبہ نہ کریں تو یہ امانت میرے ذمہ باقی رہجائے اور قیامت میں میری پکڑ ہو۔ اور تم سے اس لئے طلب کیا تھا کہ اگر میں مرجاؤں گا تو تم میرے ورثہ سے مطالبہ کرکے وصول کرلوگے اور میرا معاملہ صاف ہوجائے گا۔ (منتخب کنز العمال جلد پنجم صفحہ ۴۱۹)

(۴) ایک بار سخت گرمیوں کے زمانے میں بیت المال کے دو اونٹ بھاگ نکلے۔ حضرت عمرؓ بہ نفس نفیس ان کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ مقام عالیہ میں اپنے مکان میں تھے، دور سے ایک انسان گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں دوڑتا نظر آیا تو جی میں کہنے لگے کیا ہرج ہوتا اگر ہر شخص مدینے سے ٹھنڈی وقت نکلتا۔ قریب آنے پر حضرت عمرؓ کو پہچانا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو آواز دے کر بلایا کہ ایسی گرمی اور لو میں جب کہ دروازے سے قدم نکالنا مشکل ہے آپ کیوں نکل کھڑے ہوئے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صدقات کے اونٹ بھاگ نکلے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو چراگاہ میں پہنچا آؤں ایسا نہ ہو کہ وہ ضائع ہوجائیں تو خدا مجھ سے اس کی بابت سوال کرے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آیئے ٹھنڈا پانی پیجئے اور سایے میں آرام کیجئے میں سب انتظام اپنے غلاموں کے ذریعہ کرائے دیتا ہوں۔ فرمایا آپ کو یہ سایہ مبارک ہو۔ بیت المال کے املاک کی نگہداشت میرے ذمے ہے لہذا یہ کام میں خود کروں گا۔ حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی الْقَوِیِّ الْاَمِیْنِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا (تہذیب الاسماء جلد ثانی صفحہ ۱) یعنی جو شخص کسی قوی امین کو دیکھنا چاہے وہ عمرؓ کو دیکھے۔

ایک اور واقعہ بھی ہے جس میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کا قافیہ تنگ کردیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بیت المال کا ایک بکری کا بچہ بھی گم ہوجائے گا تو عمر سے بروز حشر مواخذہ ہوگا (سیرت عمر لابن الجوزی)

حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ اگر اونٹ کی دبر میں کوئی زخم ہوجاتا تو اپنا ہاتھ ڈال کر اس کا

لخائف ان اسأل عما بك (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۹۳)
یعنی مجھے ڈر ہے کہ تیری تکلیف کے بارہ مجھ سے سوال ہوگا۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے خسر (سسر) آئے کہ بیت المال سے ان کی کچھ امداد کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے ناخوش ہو کر فرمایا کیا بیت المال کسی کی شخصی ملکیت ہے کہ آدمی جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور اعزہ و اقربا کو دے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا حق ہے اس میں سے کسی کیساتھ کوئی خصوصی مراعات نہیں ہو سکتی (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۹۶)

(۶) حضرت عمرؓ نے مہاجرین اولین کا چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور اپنے بیٹے کا صرف ساڑھے تین ہزار۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے سوال کیا کہ جب ابن عمرؓ بھی مہاجرین اولین میں سے ہیں تو پھر ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انھوں نے تو اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ (صحیح بخاری ج۱ باب ہجرت) حضرت عمرؓ کی دیانت و امانت کی انتہا دیکھئے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادہ کو مہاجرین اولین کے برابر محض اس لئے نہیں دیا کہ ان کو ان لوگوں کی طرح نہیں سمجھا جنھوں نے خود ہجرت کی بلکہ ان کی ہجرت کو اپنی ہجرت کے تابع سمجھا اگر دیانت داری و امانت پسندی کا اسقدر عظیم جذبہ نہ ہوتا تو ایسی دقت نظری و باریک بینی کی نوبت نہ آتی۔ سخت حیرت سخت افسوس ہے کہ خود کو مسلمان ہی کہنے والے کچھ بدنصیب و بدنہاد لوگ اسی مہبط دیانت اسی کردار سراپا اور اسی سیرت معظم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ آہ ماتم آہ۔

(۷) مملکت فارس کا اہم ترین شہر مدائن جب فتح ہوا تو شاہی خزانہ میں ایک غالیچہ ملا جس کا نام بہار کسریٰ تھا اس کا تانا بانا تو سونے کے تاروں کا تھا اور اس کے نقش و نگار قیمتی پتھروں سے تھے اور پتیاں ریشم کی اور پھول پھول جواہرات و یاقوت کے تھے۔ یہ اتنا قیمتی تھا کہ کوئی ایک شخص اسے خریدنے سے عاجز تھا اور اسی طرح جنگی مہمات میں اس کی تقسیم ناممکن الحل ہو رہی تھی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کمانڈر انچیف نے کہا کہ اگر آپ لوگ پسند کریں تو میری رائے یہ ہے کہ ہم اسے چاہیں اپنے ذاتی مصرف میں لائیں سب لوگوں نے کمال خوشی سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ہدیہ بنا کر بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس بہار کسریٰ کے بارے میں مدینہ کے اہل الرائے حضرات سے مشورہ لیا اکثر نے اسے حضرت عمرؓ کی رائے پر چھوڑا۔ آپ نے فرمایا میں اسے تنہا اپنے مصرف میں نہیں لا سکتا اسکے ٹکڑے کر کے باہم تقسیم کر لیجئے۔ اس میں سے ایک ایک ٹکڑا ہزاروں ہزار میں فروخت ہوا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنا ایک ٹکڑا اسی ہزار درہم میں فروخت کیا تھا۔ اس کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا تھا وما هي أجود تلك القطع حالانکہ وہ ان ٹکڑوں میں کوئی زیادہ اچھا ٹکڑا نہیں تھا (سیرت عمرؓ ص۹۶)

(۸) ایک اور واقعہ سے بھی حضرت عمرؓ کی امانت و دیانت پر واضح روشنی پڑتی ہے اس واقعہ کی روایت حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جلولاء[۵۸] کی جنگ میں شریک تھا وہاں میں نے چالیس ہزار میں مال غنیمت کی بکریاں خرید لیں۔ جب جنگ سے کامیاب ہو کر واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو طلب فرمایا اور پوچھا اگر میں آگ میں ڈال دیا جاؤں اور تم سے یہ کہا جائے کہ اپنے باپ کو فدیہ لے کر چھوڑ دو تو کیا تم مجھے اس سزا سے نہ بچاؤ گے سعادت مند بیٹے نے جواب دیا۔ واللہ ما من شيء يرد ذلك الا كنت منقذيك منه۔ یعنی خدا کی قسم میں آپ کو ہر ایسا دینے والی چیز سے چھڑانے کے لئے اپنے جان و مال کا فدیہ دوں گا۔ یہ جواب سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جلولاء سے جو بکریاں خرید کر لائے ہو وہ تمھیں خاص رعایت

---

۵۸ جلولاء کی جنگ ۱۶ھ میں سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی بارہ ہزار فوج فاروق اعظمؓ کے حکم سے جلولاء کے محاذ پر بھیجی گئی جسکے سالار لشکر قعقاع بن عمرؓ تھے ایرانی فوج مہران کی سرکردگی میں تقریباً پچاس ہزار تھی کئی مقابلے ہوئے مسلمانوں نے نقصان بھی اٹھایا مگر بالآخر کامیاب ہی رہے۔ ایران کے بقیۃ السیف سپاہی حلوان کی طرف بھاگ گئے۔ حسب الحکم حضرت عمرؓ قعقاع بن عمرؓ نے فارسیوں کے سر حد سواد تک پیچھا کیا اور حلوان پر معمولی جنگ کے بعد قبضہ جمایا (تاریخ طبری) جلد چہارم ص۱۷۹

تم معزز صحابی اور امیر المومنین کے صاحبزادے ہو اس لئے تم کو سستی دیدی گئیں لیکن چونکہ میری حیثیت ایک امیر مسئول اور ذمہ دار کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم کو اس سلسلے میں وہ نفع دیدوں جو قریش کے دوسرے تاجروں نے مال غنیمت کی خرید میں اٹھایا ہو یہ کہکر تحقیقات فرمائی اور حضرت عبداللہؓ کی بکریوں کو بیچ دیا۔ چار لاکھ درہم ان کے وصول ہوئے، ان میں سے چالیس ہزار درہم حضرت عبداللہؓ کو اصل لاگت کے واپس کر دیئے اور چالیس ہزار منافع دیا کیونکہ قریشی تاجروں کو دگنے منافع ہوئے تھے۔ باقی تین لاکھ بیس ہزار کی رقم سعد بن ابی وقاصؓ کے حوالے کر دی اور حکم دیا کہ اس رقم کو جنگ جلولاء میں شرکت کرنے والے تمام مجاہدین کو تقسیم کر دو۔ (کتاب الاموال صـ۲۶۰ منتخب کنز العمال جلد ۳ صـ۲۴۴ و سیرت عمرؓ صـ۱۳۷)۔

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی امانت پسندی و غایت درجہ دیانت داری کا جو معیار اعلیٰ سامنے آتا ہے اس پر ہم دنیا کے کتے سوائے دم ہلا دینے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں

(۹) ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیت المال میں جھاڑو دے رہے تھے اتفاقاً وہاں درہم پڑا مل گیا۔ حضرت عمرؓ کے ایک چھوٹے سے بچہ کا ادھر سے گذر ہوا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے وہ درہم اس کو دیدیا۔ حضرت عمرؓ نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھ کر پوچھا مِنْ اَیْنَ لَکَ ھٰذَا یہ تم کو کہاں سے ملا؟ بچے نے کہا مجھے ابو موسیٰؓ نے دیا ہے حضرت عمرؓ نے درہم بچے سے لے لیا اور ابو موسےٰؓ کے پاس بیت المال میں آئے اور غضب ناک ہو کر فرمایا اَرَدْتَ اَنْ لَا تَبْقِیَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا ظَالَبْتَہٗ بِمَظْلِمَۃٍ فِیْ ھٰذَا الدِّرْھَمِ۔ یعنی تم نے چاہا تھا کہ امت

عـہ (نوٹ) حضرت عمرؓ کا یہ سلوک اپنے اس محبوب ترین صاحبزادے کیساتھ تھا جسکے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جسقدر آل اولاد اور مال میرے پاس ہے میں سب پر انا للہ پڑھنے کیلئے تیار ہوں۔ صرف عبداللہ بن عمرؓ کیلئے چاہتا ہوں کہ

مجھ سے اپنا حق طلب کرے۔ یہ کہکر اس درہم کو بیت المال میں ڈال دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۳ صـ۲۴۴ و سیرت عمرؓ لابن الجوزی صـ۹۲ و ازالۃ الخفاء)۔

(۱۰) ایک بار حضرت حفصہؓ (حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہؓ) یہ خبر سنکر کہ مال غنیمت آیا ہوا ہے۔ حضرت عمر کے پاس آئیں کہ امیر المومنین میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں اس لئے اس میں سے مجھے بھی حصہ دیجئے۔ فرمایا تم اپنے باپ کو دھوکہ دی رہی ہو۔ یہ تو عام مسلمانوں کا مال ہے اس میں تمہارا خاص حق کیسا ہے۔ وہ بیچاری شرمندہ ہو کر محروم چلی گئیں۔ (کنز العمال جلد ششم صـ۳۵۱ و سیرت عمر ابن الجوزیؒ صـ۸۴)

(۱۱) ایک بار حضرت موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہؓ کے لئے ایک قیمتی کپڑا ایک گز بھیجا حضرت عمرؓ کی نظر اس پر پڑی تو پوچھا یہ کپڑا تمھیں کہاں سے ملا؟ جواب دیا کہ میرے لئے حضرت موسیٰ اشعریؓ نے ہدیہ بھیجا ہے حضرت عمرؓ نے اس کو لیکر ان کے سر پر مارا یہاں تک کہ ان کا سر دُکھنے لگا۔ پھر حکم دیا کہ حضرت موسیٰ اشعریؓ کو دوڑاتے ہوئے لاؤ۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں لائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے سوال کیا کہ تمھیں میری عورت کے پاس ہدیہ بھیجنے کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ یہ کہہ کر اس کپڑے کو ان کے سر پر مارا اور فرمایا خذھا فلا حاجت لنا فیھا یعنی اس کو اٹھاؤ ہمیں ایسی چیزوں کی کچھ حاجت نہیں ہے (منتخب کنز العمال جلد چہارم صـ۳۸۲)۔

ہمارے خلفاء کرام اس درجہ امانت پسند تھے کہ کسی عامل کا ہدیہ نہ قبول فرماتے کہ اس کے اثر سے عامل غلط فائدہ نہ اٹھائے اور آج تو ایسے ہی عمال اور حکام مقرر کئے جاتے ہیں جو افسران اعلیٰ کو خوب ہدیہ و تحائف اور نذرانے پیش کرتے رہیں۔ ظاہر ہے یہ نذرانے رعایا پر ظلم کر کے ہی حاصل کریں گے۔

(۱۲) حضرت عمرؓ کی بعض اولاد نے سلسلۂ جہاد مصر کی طرف

جانے والی تھی۔ حضرت عمرؓ کا ایک مکتوب گرامی حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کے پاس پہنچا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ میری بعض اولاد سلسلۂ جہاد مصر کی طرف جانے والی ہے اگر ان میں سے کوئی تمہارے پاس آئے تو ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کرنا جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نہ کر سکو۔ چنانچہ اس خط کے کچھ دنوں بعد حضرت عمرؓ کے دو صاحبزادے حضرت عبداللہؓ و حضرت عبدالرحمٰنؓ مصر پہنچے۔ کسی نے گورنر مصر کو خبر دی کہ امیرالمومنین کے دو صاحبزادے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (گورنر مصر) نے پوچھا کہاں ٹھیرے ہوئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ مصر کی فلاں جانب تو عمرو بن عاصؓ نے فرمایا مجھے امیرالمومنین نے ان لوگوں کے ساتھ ہر طرح کے سلوک سے روک دیا ہے تو اب مجھے یہ قدرت نہیں کہ میں انھیں کوئی ہدیہ یا نذرانہ پیش کر سکوں یا ان کے پاس ملنے کے لئے جاؤں۔ (منتخب کنز العمال جلد پنجم صفحہ ۴۲۲ بحوالہ سنن کبریٰ بیہقی)۔

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کا امین الملک والملۃ ہونا کس قدر صاف ظاہر ہے۔ جب حضرت عمرؓ خلافت کے کاموں میں زیادہ مشغول و منہمک رہنے لگے تو امور خانہ داری اور اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے خود وقت نہ دے سکے تو خانگی فرائض کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے ایک مختار کل اپنی طرف سے مقرر فرمایا کہ وہ تمام خانگی ضروریات کی کفالت کرے۔ اس کا نام مالک بن عیاض تھا (الاصابہ لابن حجر جلد ثالث صفحہ ۴۳۱) خلافت کے عہدے پر بحال رہ کر گھر کی ضروریات و کاروبار متعلقہ کو انجام دینے سے اعراض فرمایا تاکہ خلافت کے کسی کام میں کوئی رخنہ و خلل پیدا نہ ہو۔

آپ کا ۱۹ سالہ پرانا خادم

دُرِ نجف سُرمہ

جستی کیمیائی سلائی ۲ر

- ایک تولہ پانچ روپے
- چھ ماشہ تین روپے
- ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ
- تین شیشی یکجا منگانے پر ڈاک خرچ معاف
- مزید تفصیلات ٹائٹل کے کسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

جسے صرف مریض ہی آنکھوں والے نہیں، بلکہ صحتمند آنکھوں والے بھی استعمال فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ بینائی کو گھٹنے نہیں دیتا۔ اپنے یہاں کے ایجنٹ سے خریدیے اسمیں ڈاک خرچ کی بچت ہوگی۔ نہ ملے تو براہِ راست نیچے لکھے ہوئے پتے سے طلب کیجئے۔

جوہر دندانی

دانتوں اور مسوڑھوں کیلئے ایک مفید منجن ● دانتوں، داڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور درد کے لئے نافع ہے۔ اس کا مستقل استعمال دانتوں کے امراض کو انشاء اللہ پاس نہیں پھٹکنے دیگا ● ذائقہ اچھا نہیں کسیلا ہے۔

● چار تولے کا پیکٹ ۱۲ آنے پیسے۔ دس تولے کا پیکٹ ایک روپیہ ۳ آنے پیسے (ڈاک خرچ ہر پیکٹ پر ڈیڑھ روپیہ لگتا ہے لیکن دو تین پر بھی اتنا ہی لگتا ہے اور سُرمے کیساتھ منگائیں تو دونوں چیزیں اسی ڈاک میں چلی آتی ہیں)

دارالفیض رحمانی دیوبند (یوپی)

طاقت کے لئے

مقوی اعظم

مقوی اعظم نہ صرف دماغ اور اعصاب کی تقویت کے لئے مجرب ہے، بلکہ عام جسمانی کمزوری کو رفع کرنیکے لئے ایک معیاری ٹانک ثابت ہوا ہے۔ چند ہی خوراکیں اپنا نمایاں اثر دکھلاتی ہیں۔ دس تولہ کی قیمت آٹھ روپے۔ محصول ڈاک دو روپے۔ ایک خوراک چھ ماشہ۔

قومی دواخانہ (رجسٹرڈ) دیوبند

روغن اکسیر دماغ

روغن اکسیر دماغ کوئی معمولی اشتہاری تیل نہیں قیمتی جڑی بوٹیوں اور مفید اجزاء کا مرکب ہے جو دماغی قوت اور بالوں کے لئے ٹانک کی حیثیت رکھتا ہے۔ دائمی نزلہ کو دور کرتا ہے۔ بے خوابی رفع کرکے میٹھی نیند لاتا ہے۔ دماغی محنت کرنیوالوں کے لئے خاص تحفہ ہے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۸۷ پیسے
ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ

ہلال فارمیسی دیوبند

اسلامی امتحانات

ملک میں اس وقت جس طرز پر تعلیم کا نظام قائم کیا گیا ہے، اس سے ہر واقف کار فکرمند ہے، اور عام طور پر یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ آئندہ نسل کو اسلام سے وابستہ رکھنے کی کوشش ہم کو بطور خود کرنا چاہئے۔ اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لئے اسلامی امتحانات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

اسلامی امتحانات میں شرکت سے دین کا صحیح تصور، ایمان کی حرارت، عمل کا جوش، دین پر ثابت قدم رہنے کا عزم، اسکے لئے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ اور اسے سربلند دیکھنے کا حوصلہ ابھرتا ہے۔

ہم ہر مقام کے مسلمانوں سے اور خصوصاً ملت کے ان تمام بزرگوں سے جو آئندہ نسل کی تعلیم سے دلچسپی رکھتے ہیں، پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کو عوام سے متعارف کرائیں۔ اسلامی امتحانات کے مکمل قواعد و نصاب اور فضائل رمضان مندرجہ ذیل پتہ سے مفت طلب فرمائیے۔

عبدالرزاق۔ سکریٹری اسلامی امتحانات
اچھاور (بھوپال)

ہفت روزہ طلوع بمبئی ۸

ادارۂ تحریر ——— اصغر علی عابدی
——— احمد نسیم میناںگری

ادب۔ نفسیات۔ معیشت۔ معاشرت۔ اخلاق اور مسائل حاضرہ پر اہم مضامین کا مجموعہ۔

فی پرچہ ۲۵ پیسے ——— سالانہ بارہ روپے۔

پتہ:— طلوع ویکلی
THE "TULU" WEEKLY
125-A. RIPON ROAD
BOMBAY. 8. ۱۲۵۔اے۔ رپن روڈ۔ بمبئی ۸

از ملا ابن العرب مکی

مسجد سے میخانے تک

ایک حقانی فلم ــــــ "گنگا جمنا"!

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رضیہ کی بچی میری بیوی کو "گنگا جمنا" دیکھنے پر آمادہ کرلے گی۔ میری بیوی کسی دوسری دنیا کی عورت نہیں ہے مگر چودھویں صدی کے سب سے بڑے دہریے ایڈیٹر آف تجلی کی بہن ہونے کے ناطے وہ دوسری کیا تیسری دنیا کی بھی عورت کہی جاسکتی ہے۔

رضیہ میرے پڑوسی میاں رضوان الحق کی لڑکی ہے لڑکی کیا یوں کہئے کچے کوئلوں کی چنگاری ہے، جس میں چھچھ تو بہت ہوتی ہے مگر بھسم کر ڈالنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس نے شاید نویں کلاس تک پڑھا ہے۔ اب تعلیم کا سلسلہ اس لئے بند ہو گیا ہے کہ اس کے باپ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ نوکری کے زمانے میں تنخواہ تو بس چولھے کی نذر ہو جاتی تھی۔ باقی اخراجات اوپر کی آمدنی سے چلتے تھے اور ٹھاٹ سے چلتے تھے۔ رضیہ کے بدن پر میں نے اٹھارہ روپے گز کی شہنیل کا بھی سوٹ دیکھا ہے لیکن پنشن کے بعد دنیا بدل گئی۔ اب دو وقت کی روٹی ہی ملتی رہے تو غنیمت سمجھئے۔

رضیہ کی ساری ادائیں خوشگوار ہیں۔ آواز، طرز گفتگو، اخلاق و کردار سبھی کچھ پسندیدہ ہے، لیکن بدسے بدتر بات یہ ہے کہ وہ مجھے دادے میاں کہا کرتی ہے۔ معلوم نہیں پہلے پہل اس کی کھوپڑی میں یہ پستول نما خطاب اختراعاً آیا یا شرارتاً ــ اب تو بہرحال سو فیصدی شرارتاً ہی ہے۔ وہ دادے کی دال ہی نکال پاتی ہے کہ میرے تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری مردہ ہری ہو گئی ہو۔ چہرے پر جھریاں جھول گئی ہوں۔

ایک دن میں نے اس سے پوری سنجیدگی سے کہا تھا:۔

"دیکھو رضو خانم۔ میری عمر ابھی سو سے کم ہے۔ اگر آئندہ تم نے دادے میاں کہا تو میں تمہیں پردادی کہا کروں گا۔"

وہ کھلکھلا کے ہنس دی تھی۔ پھر نہیں آواز میں بولی تھی:۔

"آپ برا کیوں مانتے ہیں۔ اتنی بڑی داڑھی پہ یہ خطاب ناموزوں تو نہیں لگتا۔"

"تو کیا تمہارے ابا میاں کی طرح میں بھی داڑھی منڈانی شروع کر دوں؟"

"خدا نہ کرے۔ داڑھی تو آپ کے بہت اچھی لگتی ہے۔"

"لیکن دادے آج کل کی لڑکیوں کو کبھی اچھے نہیں لگتے میں اپنی داڑھی منڈا کر تمہارے لئے سویاں پکاؤں گا۔"

"آپ کچھ بھی کریں میں تو ہزار دفعہ دادے میاں ہی کہوں گی۔"

میں ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر وہ چلی گئی تھی تو بیوی سے عرض کیا تھا:۔

"اس شیطان کا یہاں آنا جانا بند کرو۔ ورنہ تم میرے جیتے جی ہی بیوہ ہو جاؤ گی۔"

انھوں نے سوالیہ نظروں سے مجھے گھورا تھا۔ میں جھلا گیا تھا۔

"جانتی ہو کسی جوان آدمی کو دادا کہنا دفعہ تین سو دو کے تحت آتا ہے۔ انگلینڈ میں اگر ایسا حادثہ پیش آجاتا تو

"برا تو مجھے بھی لگتا ہے مگر ..."
آگے وہ بس مسکرا کر رہ گئی تھیں۔
"مگر کیا ..." میں نے تلخ لہجے میں پوچھا۔
"کچھ بھی نہیں" وہ ٹالنے کے انداز میں بولیں۔ پھر اُن کی اُنگلیاں بُنائی کی سلائیوں پر تیز تیز چلنے لگی تھیں۔
"میں تمہارے ذہن کی تہوں میں چھپے ہوئے خیالات کو خوب سمجھتا ہوں۔ کہو تو کہہ دوں؟"
"شوق سے کہہ دیجئے۔"
"تم بھی عورت ہی ہو۔ عورت کتنی ہی فیاض اور عقلمند ہو اپنی کمزوری سے باہر نہیں جا سکتی۔"
میرا لہجہ طنزیہ تھا۔ ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔
"آپ مرد بھی تو اپنی کھال سے باہر جانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ جلے کٹے لہجے کی بجائے آپ اپنے عام انداز میں بھی جو کچھ کہیں گے اسے میں سمجھ لوں گی۔"
"تم پھر بھی بُرا مان جاؤ گی۔"
"ضرور مانوں گی اگر بُرا ماننے کی بات ہوگی ـــ مگر آپ کہہ گذریئے۔"
"کہہ گذروں؟" میں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دھمکی کے انداز میں کہا تھا۔ "ویسے اب مجھے سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے ایسی گھٹن محسوس ہو رہی تھی جیسے خشک آٹے کی پھنکی مار لی ہو۔ ایسے عالم میں میرے چہرے پر یتیمی کی آندھیاں چلتی ہیں۔ شاید اسی کیفیت کو دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی تھیں۔
"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے کوئی بہت بڑا راز کھولنے چلے ہوں۔"
"راز تو یقیناً بہت بڑا ہے اگر میں عورت زدہ فلسفیوں کے انداز میں کہوں لیکن فی الحقیقت سیدھی سادی بات ہے۔"
"عورتیں فلسفہ نہیں سمجھتیں۔ آپ سیدھے سادے انداز میں فرمائیں۔"
"فرمانا صرف یہ ہے کہ عورت کی کھوپڑی میں ایک چھپا نک بھیجا ہوتا ہے اور اس ایک چھٹانک میں مامتا

"کیا بات ہوئی؟"
"یہ بات ہوئی کہ دنیا کے اور تمام جذبوں کیلئے آپ لوگوں کے دماغ میں صرف نصف تولہ کی گنجائش ہے۔ باقی ساری گنجائش مامتا اور رقابت کے جذبات نے گھیر رکھی ہے۔"
"یہ تو فلسفیوں والا انداز ہوا۔ عورت ذات کی تحقیر کرتے ہوئے آپ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ میری ساس بھی عورت ہی ہیں جن کے پیٹ سے آپ نے جنم لیا ہے۔"
"میری نانی بھی عورت ہی تھیں۔ مگر عورت عورت ہی رہے گی چاہے وہ ارسطو اور بقراط ہی کو جنم کیوں نہ دے۔"
"تو آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ عورت عورت نہ رہے؟"
"اس لئے چاہتا ہوں کہ رقابت کے منہ میں تمہیں لگام دینی چاہئے۔ تم اگر اسے نہیں روکو گی تو میں اسے مجبور کروں گا کہ تمہیں بھی دادی کہا کرے۔"
"میرا اس میں کیا نقصان ہے ..."
"یہ بھی تم نے جھوٹ بولا ... عورتیں دو درجن پوتوں کی دادی بن جانے کے بعد بھی یہ پسند نہیں کرتیں کہ کوئی ان کی عمر تیس سے اوپر شمار کرے۔"
"نہ کرتی ہوں گی ... مگر آپ تو کچھ اور کہنے جا رہے تھے۔"
"میں یہ کہنے جا رہا تھا کہ جب رضو کی بچی تمہارے نامراد شوہر کو بڑھاپے کی گالی دیتی ہے تو ایک تیر سا تمہارے سینے میں بھی لگتا ہے۔ تم بھی بے اختیار یہ چاہتی ہو کہ اس کی زبان حلق سے کھینچ لو ـــ مگر فوراً ہی تمہاری نسوانیت کے تاریک تہہ بین گوشے سے جذبۂ رقابت کے مرغولے اٹھ کر دوسرے ہر جذبے پر بادل کی طرح چھا جاتے ہیں۔ تمہارا تحت الشعور تمہاری روح سے سرگوشی کرتا ہے کہ دادے اور پوتی میں کسی صنفی لگاؤ ٹکاؤ کا اندیشہ نہیں۔ تمہارے ذہن کو تشفی ملتی ہے کہ ..."
"بس بس" انھوں نے بُنائی کی سلائی چھوڑ کر ہاتھ میرے منہ تک بلند کیا "آج آپ کا معدہ خراب ہو کر رہے گا ـــ آتی ہے سنجیدگی!"
"معدہ تو خراب ہو چکا ہے۔ دادے ہیاں کے سنگین الفاظ

میرے سمدھی سے بھی یہ بات بن نہ آرہی ہے۔ اگر وہ بدھ
بار نہ آئی تو دو ہی صورتیں ہیں۔ یا میں اس کے سامنے برقعہ
پہنا کر دوں گا یا سیدھا اجمیر شریف جا کر خود کشی کر لوں گا۔"

یہ گذشتہ دنوں کی باتیں تھیں۔ رضیہ نے اپنی تیزی
نہیں چھوڑی۔ وہ اگر سسرالی رشتے سے میری بہن بھی نہ لگتی
تو یقیناً میں اس سے پردہ کر لیتا۔

اس وقت تذکرہ یہ تھا کہ اس شیطان نے بیگم کو "گنگا جمنا"
دیکھنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ میں نے اچکن اتار کر بیگم سے کھانا
مانگا تو رضیہ نے اوڑھنی کا آنچل کاندھے پر ڈالتے ہوئے کہا
"نہیں آپا جان۔ جب تک دولھا بھائی وعدہ نہ
کریں کھانا مت دینا۔"

میں چونک گیا۔ یہ دادے میاں کی جگہ "دولھا بھائی"
چہ معنی دارد؟

"کیا بات ہے شرارت خانم۔ بہت شریف نظر
آرہی ہو۔"

"ہائے دولھا بھائی۔ میں رذیل کب تھی۔ آپ تو
خواہ مخواہ بدگمان رہتے ہیں۔"

"بہت اچھے۔ بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔"

"نہیں اللہ قسم، مذاق نہیں۔ آپ بدگمان نہ ہوں
میں دادے میاں نہیں کہا کروں گی۔"

"دادے اگر پوتیوں سے بدگمان نہ رہا کریں تو بیاں
ان کے گلے میں گھنٹی باندھ دیں ـــ تم مطلب کی بات کہو۔"

اتنے میں بیگم کھانا لے آئیں۔ ان کے چہرے کا پراسرار
تبسم کسی گہری سازش کا پتا دے رہا تھا۔

"کیا مسکوٹ ہے؟ میں سازش کی بو سونگھ رہا ہوں۔"

"اجی کچھ نہیں۔ یہ رضیہ سر ہو رہی ہے کہ گنگا جمنا دیکھنے
چلو۔ میں نے انکار بھی کیا مگر یہ نہیں مانتی۔"

"یا علی مدد۔ کیا کہا پھر سے تو کہنا" میں نے انکی آنکھوں
میں گھورا۔

"آپ بنیئے نہیں۔ آپ تو خود ہی مغل اعظم کے لئے سر
ہو رہے تھے۔"

"سچ؟" رضیہ نے میری طرف دیکھا۔

"ہاں اس میں حیرت کی کیا بات ہے" میں نے کہا۔
"واہیات کی کوئی حد تو ہونی چاہیئے۔ اب مغل اعظم جیسی تاریخی
فلمیں بھی نہ دیکھی جائیں تو انسان آخر پیدا کیوں ہوا ہے۔"

"تو خیر مغل اعظم تو اتر چکی۔ اب گنگا جمنا میں چلیئے۔"
رضیہ چہکی۔

"تم کھانا تو کھاؤ" بیگم بولیں "یہ کب انکار کرتے ہیں۔"

"بڑے اچھے دولھا بھائی۔ الا قسم ابا میاں آپ کا
کہنا نہیں ٹالیں گے۔"

مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ایک طرف بیگم کا
طرز عمل دوسری طرف رضیہ کی فرمائش۔ میرے خدا رضیہ کے
ابا میاں تو مجھے اکدم صوفی صافی اور مولانا علامہ وغیرہ نہ جانے
کیا کیا سمجھتے ہیں۔ انھیں ملازمت کے زمانے میں میں نے چند
بار بالائی آمدنی سے پرہیز کی بھی فرمائش کی تھی۔ بارہا نماز پر
بھی توجہ دلائی تھی۔ ایک مرتبہ انھوں نے عاجز کے آگے
فلم "ممٹم والی" کی تعریف کر دی تھی تو عاجز نے اتنے زور سے
استغفر اللہ کہی تھی کہ ان کے منہ پر پاؤ تولہ تھوک کی چھینٹیں جا
پڑی تھیں۔ ادھر مسز ملا نے کبھی پیشہ ورہ نہیں مانا کہ مہینے میں
دو چار بار اچھی سی فلمیں دیکھ لی جایا کریں تاکہ قومی ثقافت و
کلچر کے خدوخال ذہن میں تازہ رہیں اور ملک کو آگے بڑھانے
کی روحانی طاقت مہیا ہوتی رہے۔ ان سے میں نے مغل اعظم
کے سلسلہ میں یہاں تک کہا تھا کہ اگر تم نہیں دیکھو گی تو میں تمہارے
بھیا کی ملازمت چھوڑ کر بن باس لے لوں گا۔ انھوں نے
جواب دیا تھا کہ آپ کے بہنوئی فلم بینی کو پسند نہیں کرتے ـــ
بہشتی زیور میں بھی اس کی اجازت نہیں لکھی ہے۔ مجھے
غصہ آگیا تھا۔

"بہشتی زیور کیا قرآن کی برابر ہے۔ لاؤ قرآن میں
دکھاؤ مغل اعظم کی ممانعت کہاں لکھی ہے؟"

"آپ دکھایئے اجازت کہاں لکھی ہے؟"

"اجازت تو اس کی بھی نہیں لکھی ہے کہ تم بالوں میں

"آپ تو کہہ رہے تھے آج دفتر جلدی جانا ہے۔ جائیے نوج رہے ہیں۔"

"میں تمہاری اور تمہارے بھیا کی دہابیت سے تنگ آگیا ہوں۔ سارا قرآن حدیث بھی دونوں نے گھول کر پی لیا ہے۔ ملّا بدنصیب تو مسلمان ہی نہیں ہے۔"

وہ مسکرائیں تھیں ۔۔۔ "کچھ بھی ہو جب تک کوئی عالم سنیما بینی کو جائز نہیں کہے گا میں تو ہرگز نہ دیکھوں گی۔"

"میں تو گھسیارا ہوں نا۔ ارے اپنے بھائی سے تو پوچھو جب بھی کوئی علمی مسئلہ الجھتا ہے میرے سوا کون دستگیری کرتا ہے۔"

وہ ایسے بزرگانہ انداز میں کھلکھلائی تھیں جیسے چار برس کے بچے نے کوئی بچکانہ بات کہدی ہو۔

حاصل یہ کہ وہ نہ تو خود دیکھنے پر کبھی آمادہ ہوئیں نہ مجھے اجازت دی، لیکن آج یہ کیا کرشمۂ قدرت ہے کہ وہ نہ صرف خود آمادہ ہیں بلکہ رضیہ کے لئے اسکے باپ سے سفارش پر بھی ہمتو انظر آرہی ہیں۔

"آخر ماجرا کیا ہے؟" میں نے باری باری بیگم اور رضیہ کو گھورا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ جب تک کوئی عالم ہی سنیما بینی کا جواز نہیں نکالے گا میں نہ دیکھوں گی۔" بیگم چہکیں۔

"پھر کس اُلّو کے پٹھے نے جواز نکالا ہے۔" مجھے اچانک جوش آگیا۔

"کیوں کیا آپ نے الجمعیۃ نہیں دیکھا؟" رضیہ بول پڑی۔

"الجمعیۃ؟ ۔۔۔ یعنی جمعیۃ العلماء والوں کا روزنامہ الجمعیۃ؟"

"اور کیا۔ آپ تو دولھا بھائی تعارفِ جاہلانہ ۔۔۔ ہی ہی تجاہلِ عارفانہ برت رہے ہیں۔"

"میں اس وقت عربی سُننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ کہاں ہے الجمعیۃ بتاؤ کیا لکھا ہے؟"

"میں تو سمجھی تھی آپ دیکھ چکے ہوں گے" بیگم نے کہا۔

"فتویٰ ہی سمجھئے۔ تحلی میں اگر بھیا شراب کی تعریف لکھیں گے تو یہی مطلب ہوگا کہ شراب کو وہ حرام نہیں سمجھتے۔"

"میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ جلدی لاؤ کہاں ہے الجمعیۃ"

رضیہ دوڑی دوڑی گئی اور کمرے سے اخبار اٹھا لائی۔

اب تو پوچھئے۔ کتنی حیرت اور کتنی مسرت اکدم فندوی کی کھوپڑی میں چھپکلی کی طرح چپکا اٹھی۔ واللہ باللہ یہ تو عجوبہ تھا ٹھیک۔ دن کی روشنی میں اپنی اعشی سر کی آنکھوں سے بقائمی ہوش وحواس فندوی نے وہ شاندار تبصرہ "تعارف" "نوٹ" "مراسلہ" یا جو کچھ اسے کہئے پورا پڑھا۔ دو بار پڑھا تیسری بار اپنی انگلی کاٹ کر پڑھا کہ کہیں سو تو نہیں رہا ہوں۔

"گنگا جمنا ایک شائستہ اور قابلِ دید فلم ہے۔"

یہ جملہ میں قبر میں بھی نہیں بھولوں گا۔

رضیہ اور بیگم بیتاب نظروں سے مجھے تک رہی تھیں۔ وہ شاید میرے ریمارک کی منتظر تھیں۔

"آپ تو پڑھے ہی جا رہے ہیں۔" رضیہ سے ضبط نہ ہو سکا۔

"ابھی سال بھر اور پڑھوں گا۔" میں نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ رضیہ نے جھپٹا مار کر اخبار چھین لیا اور منمنائی "اللہ قسم دولھا بھائی اب نہ نکوچ نکالیے گا۔ آج ہمیں اور آپا جان کو ضرور لے چلیئے۔"

"تم چپ رہو ۔۔۔ ہاں بیگم ذرا آپ تو اپنا تاثر بیان فرمائیے۔"

"تاثر کی کیا بات ہے۔ جمعیۃ العلماء تو آخر علمائے حق کی جماعت ہے۔ اس کے صدر پہلے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اب اُن کے بلند اقبال صاحبزادے اسعد صاحب ہیں۔ اور اس کے ناظم اعلیٰ بھی معمولی درجے کے عالم نہیں۔"

"پھر تمہارے بھیا جاہلوں کے کس خانے میں رکھے جائینگے؟"

"اپنی رائے کے وہ ذمہ دار ہیں۔ وہ خود بھی کہتے آئے ہیں کہ معیارِ حق اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں۔"

"زندہ باد ۔۔۔" میں نے بلند قہقہہ اُڑایا۔ "ذرا ٹھیرو۔ میں دوڑ کے تو ۔۔۔ بھیا کو بلا لاؤں۔ ان کے آگے بھی

پیش رفت پر ان کا نروس ہمیشہ کے لئے بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔"

"بے فکر رہیئے۔ وہ رات دیر گئے ہیں۔۔۔۔"

"اوہ۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔۔ جبھی تو میں کہوں۔۔۔۔"

"بس دولھا بھائی منطق نہ نکالیئے گا۔ اس وقت ابا میاں گھر پر ہیں ابھی ہو آیئے۔" رضیہ کا لہجہ قدرے جوش میں اچھا خاصا حاکمانہ ہو گیا تھا۔

"ارے ملکہ وکٹوریہ۔ یہ اپنا لہجہ درست کرو۔"

"جائیے ہو آیئے" بیگم بولیں۔

"مجھے کچھ دیر سوچنے دو۔ میں کس منھ سے کہوں گا کہ بیوی سمیت سنیما جا رہا ہوں اور آپ کی صاحب زادی کو بھی لے جا رہا ہوں۔"

"ہائے اللہ" رضیہ نے بیتابانہ کہا "ابا میاں تو خود بھی دیکھتے ہیں۔ پہلے ہمیں بھی دکھاتے تھے۔ اب جب سے پینشن ہوئی ہے مزاج خراب ہو گیا ہے۔ میں اگر پوچھونگی تو بھڑک اٹھیں گے۔"

مجھے اب اندازہ ہوا کہ الجمعیۃ کا مذکورہ کالم پڑھکر مسرت ہوئی تھی کہ چلو کفر ٹوٹا اب ٹھاٹ سے بیگم سمیت سنیما جایا کریں گے۔ لیکن اب خیال آ رہا تھا کہ یہ تو غضب ہوا۔ جس بدنصیب شوہر کی بیوی کو سنیما کا چسکا لگ جائے اس کی سوختہ بختی کا کیا ٹھکانا ہے۔

"میرا خیال ہے تنہا الجمعیۃ کی تجویز ہوا کرنے کیلئے کافی دلیل نہیں ہے۔" میں نے بیگم سے کہا "ایسا نہ ہو تمہارے بھیا مجھے اور تمہیں دونوں کو ڈسچارج کر دیں۔"

"الجمعیۃ کو آپ تنہا کہتے ہیں۔" انھوں نے میرا آخری فقرہ نظر انداز کرتے ہوئے کہا "وہ ہندوستان کے صدہا علماء کا آرگن ہے۔ نمائندہ ہے۔ ذمہ دار اخبار ہے۔ اب آسمان سے وحی تو آنے سے رہی۔ مسائل کا فیصلہ علماء ہی کریں گے۔"

پھاڑ کر تمہارا اور میرا دونوں کا سر پھاڑ دیں گے۔ ایک دو دن ٹھیرو انھیں دلی سے آنے دو۔"

"نہیں دولھا بھائی گنگا جمنا پھر اتر جائے گا۔"

آخر کار پروگرام بن ہی گیا۔ میری اسکیم یہ تھی کہ میں بھی برقعہ ہی میں چلوں۔ داڑھی سمیت ٹکٹ لینے میں آسمان پھٹ پڑنے کا اندیشہ صاف ظاہر تھا۔ پھر یہ بھی سنا گیا ہے کہ عورتوں کو ٹکٹ فوراً مل جاتا ہے۔ لیکن بیگم بگڑ گئیں۔

"آپ بہانے نراشے جائیں گے تو ہم دونوں تنہا چلے جائیں گے۔"

"بہانے کیسے بیگم۔ سوچو تو ٹکٹ گھر کی لائن میں داڑھی کیا بہانہ دے گی۔"

"دیتی ہوگی" وہ جھنجلائیں۔

گھر فوج کے حوالے کر کے ہمارا سہ نفری قافلہ صفدر پہ روانہ ہوا۔ ٹکٹ گھر پر بے حد ہجوم تھا۔ لیکن میری مسرت کی انتہا نہ رہی جب اس ہجوم میں ہم دیکھا ایک درجن داڑھیاں لہراتی نظر آئیں۔ مولوی سردار الحق بھی تھے۔ صوفی نوبہار بھی۔ خواجہ بنیاد علی تو سوا روپے والی لائن میں سب سے آگے عین کھڑکی پر نظر آئے۔ میں نے مولوی سردار الحق کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا وہ چونکے اور پل بھر کے لئے انکے چہرے پر گھبراہٹ لہرا گئی۔

"ارے آپ ملا صاحب۔ آیئے۔ مزاج تو بخیر ہے۔"

"جی ہاں یہی اطلاع دینے تو یہاں حاضر ہوا ہوں۔ آپ کے دولتکدے پر گیا تھا معلوم ہوا کہ۔۔۔۔"

"ہی ہی ہی۔۔۔۔ جی ہاں۔ ہم تو ویسے سنیما بینی کو پسند نہیں کرتے تھے مگر۔۔۔۔" انھوں نے سینے کے قریب شیروانی میں ہاتھ دے کر اخبار الجمعیۃ نکالا۔

"اس کی وجہ سے خیال ہوا کہ چلو ہم بھی دیکھ آئیں۔ آپ تو یہ پرچہ دیکھ چکے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔۔۔ اسی کی مجبوری تو فلم دیکھنے کھینچ لائی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اور آپ اپنے ٹکٹوں کے پیسے

ہوئے ہیں۔"

"کہاں جناب۔ ان کے تو بال بچے بھی آئے ہیں۔ ایک آدمی کو زیادہ ٹکٹ نہیں ملتے۔"

"تو انھوں نے بیوی کے ذریعے کیوں نہ منگا لئے۔ سنا ہے عورتوں کو ٹکٹ دینے میں فیاضی برتی جاتی ہے۔"

"ہاں لیکن ان کی بیوی دقیانوسی قسم کی ہے ٹکٹ خریدنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔"

"تو آپ ہی اپنی بیگم کو ساتھ لے آتے سنا ہے وہ تو اکدم اسمارٹ ہیں۔"

"اجی لاتا تو ضرور لیکن ایک طرف تو چھوٹے بچے کو نمونیے کا اثر ہو گیا ہے۔ دوسری طرف ہمارے خسر صاحب انجمینہ کو سند ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ در اصل جمعیۃ العلما کے پرانے مخالف ہیں۔"

اتنے میں ہم دونوں کو ایک دھکا ایسا لگا کہ داڑھی سے داڑھی ٹکرا گئی۔ ایک فیل تن غنڈہ لائن میں آگے جگہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کتنی ہی گالیاں اور جھڑکیاں بلند ہو کر ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گئیں۔ ابھی یہ ہلچل کم نہیں ہوئی تھی کہ پہلا شو ختم ہوا اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہال سے باہر نکلا۔ اس کے ریلے میں کیو بھی درہم برہم ہو گیا اور چند لمحے بعد یہ نظر آیا کہ کیو میں ہم سے آگے دس پندرہ نئے شوقین بڑھ گئے ہیں۔ اب کوئی امید نہیں تھی کہ ٹکٹ مل سکیگا داڑھی میں انگلیوں سے خلال کرتا میں اس گوشے میں آیا جہاں بیگم اور رضیہ سیاہ برقعوں میں میری منتظر تھیں۔ یہ گوشہ دراصل زنانہ ویٹنگ روم تھا وہاں چند سیاہ، نیلے اور براؤن برقعے اور بھی تھے، لیکن کثرت ایسی ہی عورتوں کی تھی جنکا میک اپ اور لباس بتا رہا تھا کہ شاید وہ فلم کی ہیروئن سے مقابلۂ حسن کرنے آئی ہیں۔ انھوں نے میری داڑھی کو جس نظر سے بھی دیکھا ہو، لیکن مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کی نگاہیں داڑھی کے ایک ایک بال سے بغلگیر ہو کر نہیں تو دبیر کے مرثیے پڑھ رہی ہیں۔ میں جھجکا۔ بیگم اور رضیہ تک

گذرنا ناگزیر تھا۔ کیا ہوگا اگر کسی ٹکٹ کھڑکی والے نے ڈانٹ کر کہہ دیا کہ داڑھی لگائے کہاں گھسے چلے آ رہے ہو۔ پھر جھجک یوں بھی تھی کہ بیگم کے پاس کوئی خوشخبری لیکر نہیں جا رہا تھا۔ صرف یہ بتانا تھا کہ واپس چلو ٹکٹ نہیں مل سکتا۔

کچھ دیر اس انتظار میں کھڑا رہا کہ ان میں سے کسی کی نظر ادھر اٹھے تو اشارے سے بلاؤں۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس کا موقعہ ملا۔ وہ خوش خوش آئیں کہ اب اندر چلیں گے مگر ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی جب میں نے کہا:۔

"گھر واپس چلو صاحب۔ یہاں تو معلوم ہوتا ہے سارا شہر ڈھل آیا ہے۔ کئی درجن سیدانی تو محض انجمینہ کی سفارش پر آئے ہیں۔"

"ہائے دولھا بھائی یہ بھی کوئی بات ہوئی" رضیہ ٹھنکی۔

"آپ کوشش تو کریں۔ دو روپے والے لے لیں۔"

"روپوں کا سوال ہی نہیں ہے۔ ہر کھڑکی پر لمبی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ دولھا بھائی بدنصیب ایک لائن میں کھڑا ہو بھی گیا تھا مگر ایک شریف آدمی نے دھکا دیکر کہا کہ یہاں سے ہٹو نہیں تو داڑھی اکھاڑ لوں گا۔"

"اس وقت تو مسخرہ پن جانے دیجئے۔" بیگم جھلائیں "آپ کو نہیں ملتے ٹکٹ تو لائیے مجھے دیجئے پیسے۔ میں نفیسہ بہن سے منگوا لوں گی۔"

"نفیسہ بہن۔۔۔۔"

"ارے وہی مولوی بدرالدین صاحب کی بڑی لڑکی۔ وہ بھی تو آئی ہیں۔ ابھی انھوں نے چار ٹکٹ منگوائے تھے۔"

کچھ دیر بعد ٹکٹ آ ہی گئے۔ ہال میں سید راحت حسین سے بھی ملاقات ہوئی۔ تصبہ پھلکانہ میں جمعیۃ العلما کی شاخ کے انچارج ہیں۔ معلوم ہوا کہ پھلکانے سے گنگا جمنا دیکھنے ہی تشریف لائے ہیں نصف رات کی گاڑی سے لوٹ جائیں گے۔

ابھی کھیل شروع نہیں ہوا تھا۔ ہال کی بتیاں روشن تھیں۔ تصور شباب میرا تھا۔ اچانک میرے ہاتھوں کے

سوے اور ری ہو وہی رج بین لرے ہے۔ اپر ملاس سے گیٹ سے داخل ہونے والوں میں فتو کا کھڑا صاف نظر آرہا تھا۔ فتو تو آپ سمجھ گئے نا؟ وہی ہمارا خاندانی ملازم جس بیچارے کے ماں باپ اسی وقت مر گئے تھے جب وہ اکسٹھ سال کا تھا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر نظریں ڈالتا آگے بڑھ رہا تھا۔

"ابے تو یہاں!" میں نے جلدی سے اس کے قریب پہنچکر پوچھا۔ اس نے دانت نکال دیئے۔

"ہی ہی ... بڑے مولوی جی نے بھیجا ہے آپکو بلایا ہے۔"

"میرے سینے پر گھونسا پڑا ہے بڑے مولوی جی وہ کمبخت ایڈیٹر تجلی کو کہتا ہے۔

"ابے کون بڑے مولوی جی پاگل ہوا ہے۔"

میں اسے گھسیٹتا ہوا ہال سے باہر لے آیا۔

"ہاں جی صاحب وہ تھوڑی دیر ہوئی ریل سے لوٹ آئے ہیں۔"

"تو انھیں کیسے معلوم ہوا ہم لوگ یہاں ہیں۔"

"جی صاحب وہ بہت غصے ہو کر پوچھ رہے تھے کہ آپ اور بیوی جی کہاں گئے؟"

"تو مردود تو نے بتا دیا۔"

اس کا چہرہ ڈھلک گیا "جی صاحب میں نے کچھ بھی نہیں بتایا بس اتنا کہا تھا کہ کوئی گنگا جمنا کا بائیسکوپ آیا ہوا ہے۔"

"خدا تجھے غارت کرے اور کیا بتاتا ... اچھا انھوں نے کیا کہہ کے تجھے بھیجا؟"

"فوراً بلایا ہے۔ یہاں کا پتا نشان بھی انھوں ہی نے بتایا تھا۔"

"اور تو ہال کے اندر کیسے گھسا؟"

"دروازے پر جو بابو ٹکٹ لے رہے ہیں ان کی خوشامد کر کے گھسا تھا کہ ابھی لوٹ آؤں گا۔"

بتیاں ابھی ابھی گل ہوئی تھیں اور کھیل شروع ہی ہونے والا تھا کہ میں نے کلوکیر آواز میں بیگم اور رضیہ کو خبر دی سنائی۔ وہ لرز کے رہ گئیں۔ رضیہ نے پوچھا بھی اتنا کہا:۔

"فتو سے کہہ دیجئے گھر جا کے کہدے وہ لوگ ملے ہی نہیں"

لیکن بیگم نے گھبرا کے برقعہ درست کیا اور بولیں ــــ

"ــ" نا بھتو اب تو چلنا ہی پڑے گا۔ میں ایسی حالت میں یہاں نہیں ٹھیر سکوں گی۔"

ہال میں تو میں نے جواب نہیں دیا کہ آس پاس والے بوٹیاں نوچ لیتے۔ البتہ باہر نکل کر جب تانگے میں بیٹھ گئے تو عرض کیا:۔

"تعجب ہے یہاں آنے سے پہلے تو تم کہہ رہی تھیں کہ معیار حق اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں ــــ اب کیا تمھارے بھیا بھی معیار الحق ہو گئے ہیں؟"

"تحول مت کیجئے۔ میرا دل دھک دھک کر رہا ہے۔"

"یہ تو زندگی کی علامت ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں اب بھی لوٹ چلو گنگا جمنا دیکھیں گے۔"

"خاک پڑے گنگا جمنا پر۔" ان کا انداز خالص دیہاتی تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے خوف کے عالم میں اوپر کی کچلی اتر جاتی ہے۔

آگے کیا ہوا ــــ وہ بابی نژاد ایڈیٹر تجلی سے کیسے نمٹی۔ یہ سب اگر زندہ رہا تو اگلے مہینے بتاؤں گا۔

(ملا زندہ صحبت باقی)

فسادات جبلپور اور اس کے بعد

خونچکاں صداقتیں اور عبرتناک حقائق

لیڈروں، اخبار نویسوں، مشاہدوں اور مبصروں کے ترشحات۔ تاریخ کا ایک المناک باب جس کے لفظ لفظ میں اشکوں اور آہوں کا درد و کرب جذب ہے۔ قیمت دو روپے

(انگریزی ایڈیشن سوا روپے)

مکتبہ تجلی دیوبند (یو۔پی)

عربی اور اردو تفسیر معالم التنزیل اردو مع حواشی اضافات

(جملہ تفاسیر کا نچوڑ، ترجمہ سلیس اور عام فہم مع مفید تشریحات)

محی السنہ امام ابی محمد حسین بغوی مصری کی یہ شہرہ آفاق تفسیر صدیوں سے تمام علمائے کرام کے نزدیک مفید اور مستند تفسیر سمجھی گئی ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے آج تک کی کوئی تفسیر قرآن اس تفسیر کے حوالے سے خالی نہیں۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند مولانا سعید احمد اکبر آبادی صدر شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اور دیگر علماء کرام نے اس اہم تفسیر کو اردو زبان میں شائع کرنے پر اظہار مسرت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ترجمہ نہایت سلیس اور شگفتہ ہے۔

طریقۂ اشاعت ہر ماہ ایک پارہ (تقریباً ۱۵۰ صفحے) سائز ۲۰×۳۰ کاغذ نہایت نفیس چکنا۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ قیمت فی جزء دو روپے (علاوہ محصول ڈاک)

فیس ممبری جو حضرات ایک روپیہ فیس ممبری ارسال فرمادیں گے ان کو پوری تفسیر مبلغ ایک روپے چار آنے فی جزء کے حساب سے دی جائے گی (محصول علاوہ) اس طرح ممبران کی خدمت میں ہر ماہ مع محصول ڈاک دو روپے کی دی۔ پی کی جائے گی۔ اگر پانچ دوست ایک جگہ پانچ پارے منگائیں گے تو ان کو مع محصول ڈاک بجائے دس روپے کے صرف آٹھ روپے کی رعائتی دی۔ پی ارسال ہوگی (آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائیے) غیر ممالک کے احباب خط وکتابت سے تفصیلات طلب فرمائیں۔

ترسیل زر و خط وکتابت کا پتہ: **مینیجر مکتبہ ندوۃ الفرقان لودیانہ** (پنجاب) انڈیا

صحت مند زندگی، توانائی اور تن درستی کے لیے

ہمدرد مارُ اللحم

ہمدرد مارُ اللحم نہ صرف عمدہ ٹانک ہے، بلکہ گوشت کے پروٹینی اجزا کے علاوہ ترکاریوں اور پھلوں کے رس کا دواتشہ مقوی ہے۔ مارُ اللحم متوازن غذائیت بہم پہنچاتا ہے، جو جلد اور آسانی سے جزو بدن ہو جاتا ہے۔

آج ہی ہمدرد مارُ اللحم کی ایک بوتل خریدیے اور اس مکمل اور حیرت انگیز ٹانک کو تھوڑی مقدار میں روزانہ استعمال کیجیے

ہمدرد دہلی • کانپور • پٹنہ

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ

عاجز کے مخلص دوست جناب ماہر القادری مدیر فاران نے "تقویۃ الایمان" پر تبصرہ کرتے ہوئے دسمبر ۱۹۵۱ء کے فاران میں اپنی دانست میں حضرت اسماعیل شہیدؒ کا یہ ارشاد نقل کیا تھا:۔

"مسلمان کو چاہئے جب امام (حضرت حسینؓ) کا حال سنے تو افسوس کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور جانے کہ عبداللہ ابن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردوں نے یہ اجازت یزید پلید حضرت امام کو رنج پہنچایا ....."

پھر یہ ریمارک بھی دیا تھا کہ:۔

"واقعۂ کربلا کے مسئلہ میں جمہور امت کا یہی عقیدہ اور تصفیہ ہے جو حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حقیقت رقم نے صفحۂ قرطاس پر ثبت فرما دیا ہے! محمود عباسی سے تو اعتراف حق کی امید نہیں ہے کہ اس شخص نے جان کر یہ فتنہ کھڑا کیا ہے۔ مگر مولانا عامر عثمانی مدیر تجلی پر جو ذہول طاری ہو گیا ہے ان کو رجوع الی الحق کی توفیق نصیب ہو اور وہ جرأت کر کے اس کا اعتراف کر لیں تو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں ان کے مراتب بلند فرمائے گا....."

ہم نے اسے پڑھا اور رکھ دیا۔ ماہر صاحب نے ارشاد عنایت خطوط میں بھی اسمٰعیل شہیدؒ کے ارشاد پر توجہ دلائی اور اس لئے دلائی کہ حضرت شہیدؒ سے ہماری عقیدت و محبت تجلی کے صفحات پر واشگاف ہے۔ ہم نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔ کیا دیتے انھوں نے اپنے فاران سے ہمارا مکتوب واپس کرتے ہوئے جس انداز میں "چراغ مردہ" والی غلطی کو تسلیم کیا تھا اسکے بعد ہمارا یہ حسن ظن ختم ہو گیا تھا کہ وہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں۔ ماننا چاہئے کہ عظمت علیؓ کا محل انھوں نے بھی بہت سے اور سنیوں کی طرح حرمت معاویہؓ ہی کی ہڈیوں پر تعمیر کیا ہے اور "صحابیت" کس مقام کیسری کا نام ہے اسے ان کی روح آج تک محسوس نہیں کر سکی ہے

ہم آج بھی اس بحث کو تازہ نہ کرتے۔ لیکن ایک صاحب علم دوست نے ملفوف بھیجا ہے جو چند خطوط پر مشتمل ہے۔ خود ہمارا حال یہ ہے کہ حالت مرض میں بستر پر پڑے ہیں، بخار نے جھڑ جھڑا کے رکھ دیا ہے، نہ معلوم کب اس قابل ہوں کہ باقی ماندہ رسالہ لکھ سکیں۔ یا کون جانے نہ بھی قابل ہوں۔

ایک طرف تو ماہر صاحب اس پر تیار نہیں تھے کہ جو کچھ اس بحث میں وہ کہیں، اس پر دوسرا بھی فاران کے صفحات میں کچھ کہہ سکے دوسرے جس انداز میں انھوں نے "چراغ مردہ" والی غلطی کو تسلیم کیا تھا اس کے بعد ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ ان کے پاس ذکاوت حس، تکریم صحابیت اور عقیدت و نیازمندی کا جو کچھ سرمایہ ہے وہ امیر معاویہؓ کے مقابلے میں سب کا سب حضرت علیؓ ہی کو دے چکے ہیں اور تکریم معاویہؓ کا زبانی دعوے محض ایک دیرینہ رسم اور فالتو وضعداری سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ہم آج بھی اس بحث کو تازہ نہ کرتے، لیکن ہمارے سامنے ایک صاحب علم دوست کا ملفوف پڑا ہے جو چند مکتوبات پر مشتمل ہے۔ ان کی اشاعت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی، دوسری طرف یہ مجبوری بھی ہے کہ ہم تا ایں دم بستر مرض کا تسکن بنے ہوئے

فضل وکرم اس لائق کرے کہ باقی ماندہ بحثوں کو مکمل کر سکیں۔ ایسی حالت میں ان مکتوبات موصولہ کو کاتب کے حوالے کر دینا غلط نہیں معلوم ہوتا۔

پہلا خط

بخدمت مولانا عامر صاحب عثمانی السلام علیکم

ماہر صاحب نے فاران (۱۰، دسمبر ۱۹۶۰ء) میں تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان پر تذکرہ کرتے ہوئے تذکیر الاخوان کی جو عبارت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے نام سے نقل کی ہے اور اس سے آپ پر حجت قائم کی ہے، اس کی نسبت یہ عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اصل کتاب عربی میں "سراط المستقیم" کے نام سے لکھی تھی، جس میں صرف آیات اور احادیث مختلف عنوانات کے تحت جمع کر دی تھیں، دوسری کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر اس کے نصف اوّل کا اردو ترجمہ مع فوائد کے لکھا جس کا نام تقویۃ الایمان ہے (ملاحظہ ہو اتحاف النبلاء) باقی کا ترجمہ مع فوائد کے مولوی سلطان صاحب نے لکھا ہے۔ اسی کا نام تذکیر الاخوان ہے جیسا کہ خود تذکیر الاخوان کے دیباچہ میں مذکور ہے۔ ماہر صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے وہ تذکیر الاخوان میں ان فوائد کے ضمن میں ہے جن کا اضافہ مولوی سلطان نے کیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت نہیں ہے۔ ماہر صاحب کو اس باب میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ والسلام۔

رشید احمد مفتاحی۔ مؤ اعظم گڑھ

جواب:- (از عامر عثمانی)

محترم و مکرم! سلام و رحمت

ماہر صاحب کے تبصرے خاصے مفصل ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اکثر کتاب پڑھکر تبصرے کرتے ہیں۔ قرین قیاس تو یہی تھا کہ اسمٰعیل شہیدؒ کے نام سے عبارت نقل کرتے وقت وہ ذرا توجہ سے کام لیتے۔ مگر افسوس کہ نہ لے سکے، کتنے ہی لوگوں کو تشویش تھی کہ اسمٰعیل شہیدؒ جیسے بزرگ کی اس تحریر کے بعد یزید کی صفائی کے لئے کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ چلئے آپ کے خط سے یہ تشویش تو نہیں تھی، یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ یہ تحریر ان کی ثابت نہیں ہوئی، لیکن بالفرض اگر ہو بھی جائے تو اسے آیۂ قرآنی یا ارشاد رسولؐ کا درجہ تو حاصل نہیں ہو جاتا۔ عاجز نے اپنے اساتذہ و اکابر تک سے اس مسئلہ پر کھل کر جنگ کی ہے کہ معیار حق اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں تو یہ جنگ محض قلمی نہیں تھی۔ یہ عقیدہ تو عاجز کی نس نس میں رچا ہوا ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے بعد صرف اجماع رہ جاتا ہے جس کے آگے گردن جھکائی جا سکتی ہے۔ لیکن اجماع کبھی اللہ اور رسولؐ کی واضح اور محکم تائید و تصدیق کے بغیر ہوا ہی نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لئے اسے معیار حق ماننا بھی دراصل اللہ اور رسولؐ ہی کو معیار حق ماننا ہے۔ اسمٰعیل شہیدؒ ہوں یا شاہ ولی اللہؒ، سبکیؒ ہوں یا سیوطیؒ، امام مالکؒ ہوں یا امام ابوحنیفہؒ حتیٰ کہ حضرت علیؓ ہوں یا حضرت عمر فاروقؓ ان میں سے کوئی بھی اس درجہ میں نہیں ہے کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکل جائے دین و دانش کے باب میں پتھر کی لکیر بن جائے، ہم اسمٰعیل شہیدؒ کی عظمت کے گن گاتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے تفقہ پر جان نچھاور کرتے ہیں، حضرت علیؓ کی عظمت کے آگے سر جھکاتے ہیں اور فاروق اعظمؓ کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا صاحب سے بڑا انسان تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ہم ان میں سے کسی کے بھی کہے کو قصور و خطا سے بالاتر نہیں سمجھتے، کسی کا یہ رتبہ نہیں مانتے کہ اس نے زبان کھولی اور ہم نے آمنّا و صدقنا کا آوازہ لگایا یہ سب انسان تھے۔ غیر معصوم انسان۔ جھک مارتا ہے جو کہتا ہے کہ معصوم نہ سہی مگر یہ محفوظ عن الخطا تھے، محفوظ بھی کوئی نہیں کسی نہ کسی درجہ میں ہر ایک سے لغزش ہوئی ہے تاریخ نے اسے محفوظ بھی کیا ہے، اور کتنی ہی خطائیں تاریخ کی نظروں سے چھپی بھی رہ گئی ہوں گی۔ حاصل یہ کہ اگر بیچ بیچ اسمٰعیل شہیدؒ یزید کو پلید لکھ بھی جاتے، تو اس سے ان مسائل پر کوئی اثر نہ پڑتا جن کا تعلق علم و استدلال سے ہے نہ کہ کورانہ تقلید اور لفظ عقیدت سے۔ حضرت شہیدؒ کی عظمت ان کے کردار میں ہے، نہ کہ ان کے محفوظ عن الخطا ہونے

ہونے میں ان سے یا کسی سے بھی حسن عقیدت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جن معاملات میں ہمیں اللہ اور رسول نے عقل و تدبر کی گنجائش دی ہے ان میں اگر ہمارے ممدوح کا کوئی فیصلہ و رائے سامنے آجائے تو اپنے دماغ کے سوراخ مزید فکر و تدبر کے لئے بند کرلیں۔

فقط والسلام — عامر عثمانی

دوسرا خط

مکرم جناب مولانا عامر صاحب عثمانی!

سلام مسنون

میں نے فاران (ستمبر ۱۹۶۱ء) کا نقش اول پڑھکر ماہر صاحب کے پاس چند سوالات بھیجے تھے۔ انھوں نے جواب تو دیا۔ مگر میری قطعاً تشفی نہیں ہوئی۔ میں وہ سوال و جواب آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ ماہر صاحب کے جوابات پر ایک سرسری تبصرہ بھی مرسل ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو ترجمان میں اس کو شائع فرمادیں۔ میں نے اپنا تبصرہ ماہر صاحب کے پاس اس لئے نہیں بھیجا کہ شاید وہ رنجیدہ خاطر ہو جائیں گے۔

والسلام۔ احمد رفیق اختر۔ ۹ جنوری ۱۹۶۲ء۔

سوالات

محترم جناب ماہر القادری صاحب

السلام علیکم

میں نے فاران ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء کا "نقش اول" غور پڑھا پڑھنے کے بعد چند سوالات میرے دل میں پیدا ہوئے جن کے تشفی بخش اور مصفانہ جوابات کا خواہشمند ہوں۔

(۱) آپ نے صفحہ ۳۵ پر حضرت حسین و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور یزید کے باب میں اپنے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں، ان کی نسبت آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ ان خیالات پر جمہور امت کا اتفاق ہے۔ مگر جمہور امت کے اتفاق کی کوئی دلیل آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ مہربانی فرما کر حسب ذیل امور پر جمہور امت کے اتفاق کے جو دلائل آپ کے علم میں ہوں ان سے ہم کو بھی روشناس فرمائیے۔

ا ۔۔۔ "صحابیت کے شرف کا لحاظ و احترام کرتے ہوئے نرم سے نرم لفظوں میں جمہور امت نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ امیر معاویہؓ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی"۔۔۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جمہور امت کا یہ فیصلہ اس بنا پر نہیں ہے کہ درحقیقت حضرت معاویہؓ سے یہ خطائے اجتہادی سرزد ہوئی بلکہ جمہور نے شرف صحابیت کی "رعایت" میں نرم سے نرم لفظوں میں یہ فیصلہ دیا ہے۔ آپ اس کی دلیل مطلوب ہے۔

ب ۔۔۔ "جمہور امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جان دی"۔

میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت اور ان کے مجاہدانہ روش سے اپنے اقدام میں ان کو حق بجانب مانتا ہوں۔ مگر میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے جمہور امت کی طرف جس خیال کی نسبت کی ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ معاصرین اور متاخرین کو چھوڑ کر متقدمین سے کس کس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے؟ ۔۔۔ پھر ان کے اس ارشاد خیال سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جمہور امت کا یہی خیال ہے؟

ج ۔۔۔ تواتر کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۲) آپ فرماتے ہیں:۔

"تو جس طرح ان مسائل میں علامہ ابن تیمیہؒ کی اس رائے سے جمہور امت نے اختلاف کیا ہے اسی طرح حضرت حسینؓ اور یزید کے معاملہ میں بھی انکی رائے کو امت نے تسلیم نہیں کیا"۔ صفحہ ۱۶

اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح مسئلہ صفات وغیرہ میں جمہور امت میں امام سبکیؒ وغیرہ نے ابن تیمیہؒ کا رد لکھ کر ان کا شذوذ و تفرد ظاہر کیا ہے، اسی طرح حضرت حسینؓ اور یزید کے معاملہ میں ان کی رائے کا شذوذ کس کس محقق عالم نے ظاہر کیا ہے؟ اس پر اگر آپ روشنی ڈالیں تو ہماری معلومات میں بہت بیش قیمت اضافہ ہوگا۔

(۳) آپ لکھتے ہیں:۔

"خلیفہ کو عمال حکومت کے مقرر اور معزول کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اس معاملہ میں اس کی صوابدید ہی سب کچھ ہے (ص ۱۱۰)

پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوہ اور بغاوت کرنے والے شورش پسندوں کو یہی منہ توڑ جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا؟ — اور کیوں ان اعمال کے باب میں جن کو حضرت عثمانؓ نے مقرر کیا تھا شورش پسندوں کے نقطۂ نظر کی حمایت کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے مناظرہ کیا؟ — اور کیا وجہ ہے کہ مالک اشتر نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ عامل کو طاقت کے زور سے کوفہ میں گھسنے بھی نہیں دیا۔ پھر بھی وہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ان کا دست و بازو بنا رہا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے بھی بڑھکر متفق علیہ خلیفۂ راشد تھے۔

(۴) آپ لکھتے ہیں:۔

"امیر معاویہؓ خلیفۂ راشد نہ تھے" سلطان" تھے (ص ۱۳۱)

حضرت معاویہؓ کا شمار اگرچہ خلفائے راشدین میں نہیں ہو لیکن حسب تصریحات اکابر علماء ان کا شمار ان بارہ خلفاء میں ہے جن کے وجود سے قیام دین و صلاح و استقامت امر کو لسان نبوت نے منوط و مربوط قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو حدیث جابر بن سمرہؓ، جو صحیحین و ترمذی میں ہے) لہٰذا حدیث سفینہ کی بنا پر انکو صرف سلطان کہنے پر اصرار کرنا، بلکہ "شر الملوک" سے ان کا استثناء نہ کرنا کہیں اس سبب سے تو نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے دلمیں کچھ کھوٹ اور کدورت ہے؟ اسلئے کہ اگر حضرت معاویہؓ مطلق خلفاء میں سے نہ ہوں جب بھی عقل و نقل اور نقل میں بھی احادیث و آثار کے علاوہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ خیر الملوک تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ اپنا نقطۂ نظر واضح فرمائیے۔ مگر دلائل کی روشنی میں۔

(۵) آپ لکھتے ہیں:۔

"احناف کا دو ٹوک فیصلہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتے ہیں اور امیر معاویہؓ کا شمار باغیوں میں کرتے ہیں اور ان کا یہ فیصلہ جامع ترمذی کی اس حدیث کے عین مطابق ہے (اس کے بعد حدیث ترمذی کو نقل کر کے فرماتے ہیں) الٰہی شر الملوک (شاہان بنی امیہ) کی محمود عباسی نے اپنی بدنام کتاب میں کس قدر مزے لے لیکر کس عقیدت و محبت کے ساتھ کیسی کیسی تعریفیں کی ہیں" (ص ۱۳۰)

یہ پیراگراف حضرت معاویہؓ کے ساتھ دلی بغض و کدورت کا غماز ہے۔ اس لئے کہ انداز تحریر سے ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت سفینہؓ حضرت معاویہؓ کو بھی "شر الملوک" میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ سعید بن جمہان کی ملاقات حضرت سفینہؓ سے حجاج کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا سعید نے جن بنو امیہ کا قول حضرت سفینہؓ سے نقل کیا ہے وہ بنو مروان ہو سکتے ہیں اور حضرت سفینہؓ نے انھیں کو "شر الملوک" فرمایا ہے، چنانچہ ابو داؤد میں بنو مروان کی تصریح موجود ہے۔ ابو داؤد میں بعینہٖ یہی حدیث سعید کی روایت سے مذکور ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ بنو امیہ کہتے ہیں، حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے۔ اس پر حضرت سفینہ نے فرمایا کذبت استاہ بنی الزرقاء یعنی بنی مروان (بنی امیہ کے سربن جھوٹ بولتے ہیں بنو الزرقاء سے سفینہ کی مراد بنو مروان ہیں)

اگر میرا یہ شبہ صحیح نہیں ہے تو ازالہ فرمایا جائے اور ساتھ ہی اس حدیث پر بھی روشنی ڈالی جائے جو انھیں سعید بن جمہان نے حضرت سفینہ سے روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ھم الخلفاء بعدی (یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے) ظاہر ہے ھم الخلفاء (بصیغۂ حصر) سے حضرت علیؓ کی خلافت کی نفی ہوتی ہے جو ترمذی والی حدیث سفینہ کے معارض ہے۔

(۶) الجائر کا ترجمہ ظالم، کس لغت کی کتاب میں ہے؟ اور کیا ہدایہ کی عبارت کا اس طرح ترجمہ کر کے پیش کر دینا عوام کو یہ باور کرانا نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ صاحب ہدایہ کی تحقیق میں ظالم تھے اور کیا دیانت اس کو جائز قرار دیتی ہے؟ اور کیا شرف صحابیت کا لحاظ و احترام اس سے پاش پاش نہیں ہوتا؟

(۷) آپ لکھتے ہیں:۔

"ایک طرف "ابوتراب" ہے اور دوسری طرف
"کسریٰ عرب" ہے۔" (ص۱۲)

اسمیں یہ کھٹک ہے کہ کیا اس انشا پردازی سے حضرت معاویہؓ کی تنقیص مترشح نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو سوال ہے کہ کوئی انشا پرداز اگر یوں لکھدے کہ "ایک طرف "ذوالنورین" ہے اور دوسری طرف "ابوتراب" ہے" تو اسمیں حضرت علیؓ کی کوئی تنقیص ہوگی یا نہیں[1]؟

(۸) کیا شرعاً یہ ضروری ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اہل حل و عقد ہی کر سکتے ہیں۔ یا یہ بھی شرعاً جائز ہے کہ آنیوالے خلیفہ کو خود موجودہ خلیفہ نامزد کردے؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا موجودہ خلیفہ کا اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کرنا شرعاً حرام ہے؟ اگر حرام ہے تو حرمت کے کیا دلائل کتاب و سنت میں ہیں؟ یا حرام تو نہیں مگر شرعاً منکر ہے اور اس میں بڑے مفاسد ہیں، تو کیا اس درجہ کا منکر اور سرچشمہ مفاسد ہے کہ اس کے لئے قتال واجب ہے؟ اگر کسی وقت ایسا حادثہ پیش آگیا تو اس وقت کے مسلمانوں کا بالخصوص ائمہ دین و علمائے ملت کا کیا فرض ہے؟

چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر کھل کر اس طرح شرح و بسط سے روشنی ڈالیں کہ کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے۔

(۹) علمائے محققین میں سے کس کس نے تصریح کی ہے کہ یزید کو ناپسندیدہ و مبغوض سمجھنا ہی اہلسنت و جماعت کا مسلک ہے جو اس کو ایسا نہ سمجھے وہ ناصبی ہے؟ کیا جو شخص حضرت حسینؓ کو محبوب و پسندیدہ سمجھنے کے ساتھ یزید سے نہ محبت کرے نہ اس کو برا کہے۔ وہ ناصبی اور خارج از اہل سنت و جماعت ہے؟ اگر ایسا ہے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ وغیرہما کی بابت کیا سمجھا جائے؟

(۱۰) آپ فرماتے ہیں:-

"امیر معاویہؓ کے موقف کی کیا صرف یہی توجیہہ اور مدافعت کی جائے گی کہ انھوں نے جو کچھ کیا اسمیں سو فیصدی دین کی خیر خواہی شریک تھی اور اس میں ان کی اپنی ذاتی خواہش کا کوئی شائبہ بھی شریک نہ تھا۔" (ص۱۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر حضرت معاویہؓ کے موقف کی کوئی ایسی توجیہہ کی جائے جس میں ان کی اپنی ذاتی خواہش کی شرکت کا بھی اعتراف ہو تو اس سے ان کا شرف صحابیت اور اس کا لحاظ و احترام مجروح اور فوت نہیں ہوتا۔ پس اگر یہ صحیح ہے اور شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تو حضرت حسینؓ کے موقف کی صرف یہی توجیہہ اور مدافعت کیوں لازم اور متعین ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا اس میں سو فی صدی دین کی خیر خواہی شریک تھی اور اس میں ان کی اپنی ذاتی خواہش کا کوئی شائبہ بھی شریک نہ تھا۔

سنجیدہ انداز میں ان سوالات کے علمی اور تحقیقی جوابات کا میں آرزومند ہوں۔ بہتر یہی ہے گا کہ آپ میرے سوالات اور اپنے جوابات "فاران" میں شائع فرمادیں۔ لیکن اگر کسی مصلحت سے یہ مناسب نہ ہو تو میرے ہی پاس اپنے جوابات بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائیں اور اگر یہ سوالات آپ کے نزدیک بالکل ہی لائق اعتنا نہ ہوں تو بڑا کرم ہوگا کہ سوالات ہی مجھے واپس فرمادیں۔ جواب کے لئے ٹکٹ یا لفافہ بھیجنا ممکن ہوتا تو ضرور حاضر کرتا۔ والسلام

احمد القاسمی مدرسہ مفتاح العلیم۔ مئو۔

ماہر صاحب کا جواب

جناب مکرم السلام علیکم!

آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے میرے "معروضات"

[1] یہ مثال محض سمجھانے کے لئے ہے ورنہ ہم حضرت علیؓ کی تنقیص کے قائل نہیں ہیں۔ اسی لئے ہم نے حضرت معاویہؓ کے لئے "ابوتراب" کے مقابلہ میں جس کنایہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد ماہر صاحب کے لئے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں" کا کنایہ استعمال کیا ہے۔ ہم حضرت معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حاشا ان کی تنقیص کے قائل ہوں اور اس اعتبار سے "کسریٰ عرب" کی تعبیر بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہاں ہم حضرت حسینؓ کے موقف کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کی توجیہہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ (مجلہ)

غور و فکر کے ساتھ مطالعہ فرمائیے" فاران" میں اس بحث کو چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے بہت کچھ وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ آپ کا گرامی نامہ واپس کر رہا ہوں آپ کے سوالات کے مختصر جوابات عرض کئے جا رہے ہیں تفصیل میں جاؤں تو ایک ضخیم کتاب میں بھی یہ "مباحث" غالباً پوری طرح نہ سما سکیں گے

(الف) اس کے لئے کیا دلیل لاؤں؟ معاملہ بالکل واضح ہے کہ "شرف صحابیت" کے سبب ہی امیر معاویہؓ کی "اجتہادی غلطی" امت نے تسلیم کی ہے اور ان کو "غلطی" پر ماننے کے باوجود شرف صحابیت کے سبب ہی ان کو مطعون نہیں کیا جاتا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ امیر معاویہؓ کا جو سلوک رہا ہے اس کے تین پہلو ہیں (۱) حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں سے ایک کو "حق" پر مانا جائے۔ امت نے حضرت علیؓ کو حق پر مانا ہے (۲) امیر معاویہؓ کی غلطی کو "اجتہادی غلطی" ٹھہرایا جائے (۳) ان کو "خاطی مجتہد" نہیں بلکہ "غلط کار اور خاطی" تسلیم کیا جائے ـــ آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ اس میں کون موقف ایسا ہے جو معتدل و نرم ہے اور امیر معاویہؓ کا شرف صحابیت بھی مجروح نہیں ہوتا۔

(ب) جب آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو ان کے اجتہاد کی رُو سے حق بجانب مانتے ہیں تو پھر کس بات کی دلیل مجھ سے طلب فرماتے ہیں۔ یہ خیال آپ نے کیا یوں ہی "بے دلیل" قائم کر لیا ہے؟ اس فیصلہ کے بعد آپ کو آخر خلجان کیا ہے؟ جس طرح جمہور امت کا یہ فیصلہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ عادل ہیں اسی طرح حضرت حسینؓ کے بارے میں جمہور امت کا وہ خیال ہے جس کا اظہار میں نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔

(ج) "تواتر" کی تعریف یہی ہے کہ ایسی خبر یا عقیدہ جس کو ہر زمانہ میں جمہور نے درست تسلیم کیا ہو اور اس کی تکذیب و تغلیط عقلاً محال ہو، مثلاً یرموک کی جنگ، کہ یہ حق کے لئے لڑی گئی تھی ـ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی شخصیت کہ ان کے بارے میں امت نے ہمیشہ عزت و احترام اور عقیدت کا اظہار کیا ہے ـــ کربلا میں حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت اور آپ کی شہادت کو نگاہِ استحسان سے دیکھنا ـــ یہ "تواتر" سے ثابت ہے۔

(۲) علامہ ابن تیمیہؒ کے بعد جن علماء نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف کی کہ آپ نے "سلطان جائر کے خلاف" اقدام فرمایا، تعریف کی ہے تو چاہے انھوں نے ابن تیمیہؒ کا نام نہ لیا ہو مگر ان کے اس موقف سے ابن تیمیہؒ کے موقف کی آپ ہی آپ تردید ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت علیؓ کے پاس جب لوگ حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے ہوئے عمال کی شکایت لے کر آئے تو آپ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان کی شکایتیں پہنچائیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان شکایات کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس سے آپ کو اطمینان اور تسلی ہو گئی ـــ اس میں آخر کیا بات آپ کے نزدیک قابل غور اور محل اعتراض ہے؟ اس سے یہ تو ہرگز کسی عنوان بھی نہیں لیا جا سکتا کہ ایسا کرنے سے خلیفۂ راشد کے کسی فعل اور حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔

مالک اشتر کی غلطی تھی کہ اس نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ عامل کو کوفہ میں نہیں گھسنے دیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اس نے حضرت علی رضؓ سے بیعت کر لی۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو اسے سزا دینی چاہیئے تھی آپ کو فقہ کا یہ مسئلہ یقیناً معلوم ہوگا کہ کسی خلیفہ کا باغی اس خلیفہ کے مارے جانے کے بعد اگر اس خلیفہ کی بیعت قبول کر لے تو اس کے دورِ بغاوت کے جرائم پر عام طور پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ ایک شخص نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر جنگ کی ہو اور وہ بعد کے خلفاء کے دور میں مسلمان ہو گیا ہو، تو کیا اس کی پچھلی خطاؤں پر مواخذہ جاری کیا جائیگی؟

(۴) "شر الملوک" میں حضرت امیر معاویہؓ شامل نہیں ہیں ان کا شمار "خیر الملوک" میں ہوگا۔ محمود عباسی نے اپنی کتاب میں "سلاطین بنو امیہ" کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ حدیث درج کی گئی ہے۔ جس میں "سلاطین بنو امیہ" کو "شر الملوک" فرمایا گیا ہے۔

جس حدیث۔ جابر بن سمرہؓ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس سے

ہوتا ہے اور جن کو "خلفاء راشدین" کہا جاتا ہے۔ میں نے امیر معاویہؓ کے "خلیفۂ راشد" نہ ہونے کا اظہار کیا ہے اور یہ بات آپ کو بھی تسلیم ہے تو پھر نزاع کس بات کی ؟!

(۵) میں "سترالملوک" میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شمار نہیں کرتا اور نہ اپنے مضمون میں کیا ہے۔ ایسی گستاخی میں نہیں کر سکتا۔ محمود عباسی نے تمام سلاطین بنو امیہ سے دین کا خیر اور ترقی منسوب کی ہے۔ اُس کے اس مبالغہ کے سلسلہ میں وہ حدیث (سترالملوک) میں نے نقل کی ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے ثبوت میں کتنی بہت سی صحیح حدیثیں ملتی ہیں ان کے مقابلہ میں وہ حدیث جس سے حضرت علیؓ کی خلافت کی آپ کے بقول نفی ہوتی ہے۔ اگر اس میں "حصر" ہی کو صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ حدیث چونکہ متعدد احادیث سے معارض ہے اس لئے اس کی تاویل کی جائے گی ـــ میرے خیال میں تو اس حدیث (ھم الخلفاء بعدی) سے حضرت علیؓ کی خلافت کی نفی نہیں ہوتی ـــ

(۶) ہدایہ کی جس عبارت کا میں نے اقتباس پیش کیا ہے۔ اس میں آگے چل کر خاص طور سے "حجاج" کے نام کی صراحت ہے اور اسے "جائر" بتایا گیا ہے، اس لحاظ سے "جائر" کا ترجمہ "ظالم" کیا گیا ہے، اگر آپ کے خیال میں یہ لفظ "جائر" کوئی اچھے معنی رکھتا ہے تو اس کی تصریح کی جائے۔ ہدایہ کی اس عبارت کا ترجمہ کرنے کے بعد میں نے جو صراحت کی ہے اس میں "امیر معاویہؓ کا شمار بادشاہوں میں کرتے ہیں"۔ لکھا ہے اور "ظالم بادشاہوں" نہیں لکھا ہے یہ بات تو آپ "صاحب ہدایہ" اور علمائے احناف سے پوچھیے کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس انداز پر کیوں لکھی گئی۔ !! حق یہ ہے کہ حضرت علیؓ "خلیفۂ راشد" کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کی حیثیت "خلیفۂ برحق" کی نہیں "سلطان جائر" کی ہی تھی۔

(۷) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ کو "کسرائے عرب" کہا ہے۔ اسی کو میں نے دہرا دیا ہے، حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان نزاع رہی ہے، اس لئے اس مقابلہ اور موازنہ کی ضرورت پیش آئی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کا مقابلہ نہیں کیا جاتا، اور کوئی یہ کہہ بھی دے کہ ایک طرف "ذوالنورین" ہے اور دوسری طرف "ابوتراب" تو اس میں میرے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا پہلو نہیں نکلے گا۔ کہ ابوتراب کے لقب کی عظمت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ "ابوتراب" اور "کسرائے عرب" میں نے دانستہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاشرت خلافت کے زمانہ میں بھی بہت ہی سادہ اور خاکساری کی معاشرت تھی (اسی کو میں "ابوترابی" خصوصیت سمجھتا ہوں) اور حضرت معاویہؓ کی معاشرت میں شاہانہ معاشرت جھلکتی تھی۔ !

(۸) آپ نے فقہی تحریم وحلّت کی بحث چھیڑ دی !۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو جو ولی عہد بنایا، تو ان کا یہ فعل مستحسن نہ تھا اور اسی لئے امیر معاویہؓ کے زمانہ میں "ولی عہدی" کے مسئلہ پر اُن کے خلاف خروج اور قتال نہیں کیا گیا۔

(۹) یزید کو محبوب رکھنا "ناصبیت" ہے۔ یہ قصہ ہے، نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جو کوئی حضرت حسینؓ کو محبوب رکھے گا اس کے دل میں یزید کے لئے پسندیدگی کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ محمود عباسی کی کتاب میں "یزید کی محبت وعقیدت" جگہ جگہ جھلکتی ہے۔ اسی لئے اسے ناصبی اور دشمن اہل بیت کہتا ہوں۔

(۱۰) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان رسالت سے جو مدح فرمائی گئی ہے کہ "آپ جوانان جنت کے سردار ہیں" اسی بناء پر ہم آپ کے تقوی اور دینی عظمت کے سبب آپ کے بارے میں "حبّ جاہ" کا سوء ظن نہیں رکھتے ـــ حیرت ہے کہ

"اس میں ان کی اپنی ذاتی خواہش کا شائبہ بھی شریک نہ تھا"

اس "نرمی واعتدال" میں بھی آپ کو "شدت" نظر آئی ؟!

والسلام

طالب دعاء

ماہر القادری

ماہر صاحب کے جواب پر یسیر قاسمی کا تبصرہ

ا۔ غالباً ماہر صاحب نے میرے سوال پر غور نہیں فرمایا۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ نے فلاں فلاں باتوں پر جمہور امت کے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے اس دعوے کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے کس بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے۔ کیا کسی معتمد محقق نے اس کو ذکر کیا ہے؟ یا آپ نے جمہور امت میں سے معتمد بہ ائمہ و علماء کے اقوال کتابوں میں پڑھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ جب اس کثرت سے علماء لکھ رہے ہیں تو جمہور امت کا یہی خیال ہوگا۔ ماہر صاحب کے جواب کا میرے اس سوال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انھوں نے تو اپنے جواب میں پھر اسی دعوے کو دہرا دیا ہے۔ جو وہ فاران میں کر چکے ہیں[1]۔

ب۔ میں اس بات کی دلیل طلب کر رہا ہوں کہ آپ نے اپنے خیال کو جمہور امت کا خیال بتایا ہے اس کی کیا دلیل ہے۔ اور اس کا علم آپ کو کیونکر ہوا؟ میرے یہ الفاظ پڑھیے ــ "معاصرین اور متاخرین کو چھوڑ کر کس کس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے"۔ باقی رہا آپ کا یہ لکھنا۔ "جس طرح جمہور امت کا یہ فیصلہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ عادل ہیں۔ اسی طرح الخ"۔ تو گذارش ہے عمر بن عبدالعزیزؒ کے باب میں جس فیصلہ کی نسبت آپ نے جمہور امت کی طرف کی ہے اس کی بنیاد بالکل واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین میں سے جس کسی نے بھی ان کا ذکر کیا سب نے ان کو خلیفہ عادل لکھا ہے (مثلاً بخاریؒ، ابن سعدؒ، مصعب زبیریؒ، ذہبیؒ، ابن کثیرؒ، ابن اثیرؒ، ابن حجرؒ اور سیوطیؒ وغیرہم)۔

اب میں پوچھ رہا ہوں کہ [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اس نے یہ لکھا ہے کہ "حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جان دی؟"۔ اگر لکھا ہے تو بے شک آپ کی مثال صحیح ہے اور اگر نہیں لکھا ہے تو آپ جمہور کی طرف اس خیال کی نسبت کس بنیاد پر کر رہے ہیں؟

بے شک میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت مانتا ہوں، لیکن اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ آپ نے جمہور کے خیال کے باب میں جو دعویٰ کیا ہے وہ صحیح ہے۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے صرف وہی شہید نہیں ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جان دے، بلکہ (مثلاً) وہ بھی شہید ہے جو اپنی جان و مال و عزت آبرو بچانے کی خاطر جان دیدے

ج۔ اگر تواتر کی تعریف صحیح ہے تو متواتر کی تعریف میں علمائے اصول نے "ان یکون مستندا انتہائہ الامر المشاہدۃ والمسموع" کا اضافہ کیوں کیا؟ اور اس مسئلہ کو کہ "رد کا عدد ایک سے زائد ہے" متواترات سے خارج کیونکر قرار دیا؟[2]۔

پھر تواتر کی اس تعریف کیلئے ماہر صاحب کو کسی کتاب کا حوالہ دینا تھا۔ اس سے کسی سائل کی کیا تشفی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے جی سے جو چاہیں لکھ دیں۔

(۲) یہ بھی میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ ابن تیمیہؒ کی زندگی میں یا انکے بعد انکے بہت سے تفردات پر علماء نے انکار کیا ہے اور ان تفردات کو مسلک جمہور کے خلاف قرار دیا ہے۔ جیسے مسئلہ صفات،

[illegible]

مسائل پر صراحۃً نکیر کی گئی ہے۔ (دیکھو درر کامنہ صفحہ ۲۵۵ وغیرہ) بلکہ اس انکار کے سلسلہ میں ابن تیمیہؒ کے بعض ایسے اقوال کا ذکر بھی ملتا ہے جن کو لوگوں نے بعض صحابہؓ کی عظمت شان کے خلاف سمجھا ہے، لیکن حسینؓ اور یزید کے معاملہ میں ان کے قول پر کسی عالم کی نکیر نہیں ملتی۔ حد ہوگئی کہ منہاج السنۃ کی تعریف کرتے ہوئے ابن حجرؒ یہ اعتراض تو ابن تیمیہؒ پر کر جاتے ہیں کہ اس میں انھوں نے بعض ضعیف حدیثوں کو موضوع لکھ دیا ہے، لیکن اس کتاب کا جو سب سے بڑا نقص ہو سکتا ہے، یعنی حضرت حسینؓ اور یزید کے موقفوں کی غلط ترجمانی اور غلطی بھی اتنی بڑی کہ اس میں جمہور امت کی مخالفت پائی جاتی ہے اس کا کوئی ذکر ابن حجر نہیں کرتے۔

اسی طرح ذہبی نے منہاج السنۃ کی تلخیص میں ابن تیمیہؒ کی بعض بعض باتوں سے اختلاف کیا ہے۔ مگر حضرت حسینؓ اور یزید کے موقف کے مسئلہ میں انھوں نے کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھا ہے۔ میرے اس سوال کا کوئی جواب تاہر صاحب نے نہیں دیا۔ پھر تاہر صاحب نے جو جواب دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن تیمیہؒ نے حضرت حسینؓ کے اقدام کی تعریف نہیں کی ہے اور ان کے بعد کے علماء نے اس اقدام کی تعریف کی ہے۔ اس موقع پر لازم تھا کہ چند محقق عالموں کے اقوال تاہر صاحب نقل کر کے دکھاتے، تاکہ معلوم ہوتا کہ تاہر صاحب کے دعوے کی کوئی بنیاد بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ علماء کس بات کی تعریف کر رہے ہیں۔

اگر حضرت حسینؓ کے اقدام کی تعریف سے یہ مراد ہے کہ علماء نے ان کو "شہید مظلوم" لکھا ہے تو ابن تیمیہؒ کو اس سے کب انکار ہے۔ انھوں نے صرف یہی نہیں کہ صراحۃً اس کا اقرار کیا ہے۔ فرماتے ہیں ہل یمکن ان یقال ان تلک الطائفۃ من السبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قتلوہ مظلوما شہیدا (منتقی ص ۲۸۷) بلکہ اسی کو تمام اہل سنت کا قول قرار دیا ہے اور اسی کے ساتھ تفریق جماعت کے الزام سے ان کی برأت اور ان احادیث کا ان پر صادق کو قتل کر دینے کا حکم ہے۔ فرماتے ہیں واہل السنۃ یقولون قتل مظلوما شہیدا وقاتلوہ ظلمۃ معتدون والاحادیث فی قتال الخوارج لم تتناولہ فانہ لم یفرق الجماعۃ ولم یقتل الا وہو طالب للرجوع او المضی الی یزید او داخلہ فیما دخل فیہ الناس معرضا عن تفریق الکلمۃ (منتقی ص ۲۹۶) یعنی اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ مظلوم شہید ہوئے اور ان کے قاتل ظالم و معتدی ہیں اور خروج کرنے والے کے قتل کی حدیثیں حضرت حسینؓ کو شامل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے تفریق جماعت نہیں کی۔ ان کا قتل تو اس حالت میں ہوا کہ وہ وطن کی طرف رجوع یا یزید کے پاس جانے کے طالب تھے۔ اس حالت میں کہ وہ تفریق کلمہ سے اعراض کرنے والے اور جس بیعت میں لوگ داخل ہو چکے ہیں اس میں داخل ہونے کو تیار تھے۔

اب یہ بتانا تاہر صاحب کا فرض ہے کہ ابن تیمیہؒ نے جو لکھا ہے اس کا کونسا جز جمہور امت کے مسلک کے خلاف ہے، اور جو بات خلاف مسلک جمہور ہے اس کو جمہور میں سے کس کس محقق عالم نے لکھا ہے۔[1]

[1] ایک اور صاحب نے ...

حضرت علیؓ کی حمایت میں اس شرعی مسئلہ کا اظہار فرض ہے کہ خلیفہ کو عمالِ حکومت کے مقرر اور معزول کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اس معاملہ میں اس کی صواب دید ہی سب کچھ ہے۔" تو سوال ہے کہ کیا حضرت علیؓ پر حضرت عثمانؓ کی حمایت فرض نہیں تھی؟ یا انکو آپ کے اور ہمارے برابر بھی احساس فرض نہیں تھا۔ اگر تھا تو اُن کو حضرت عثمانؓ کے پاس بلوائیوں کی شکایت لے جانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کو خود بلوائیوں سے نبٹنا تھا کہ تمہارا اعتراض بیہودہ ہے۔ تم کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر تم اپنی جہالت سے یہ اعتراض کرتے ہو تو میں مسئلہ شرعی سے آگاہ ہوتے ہوئے حضرت عثمانؓ کے پاس تمہاری شکایت لیکر کیونکر جا سکتا ہوں۔ ناہر صاحب نے اسی سلسلہ میں ایک فقہی مسئلہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس پر تفصیلی تبصرہ سے اس وقت اغماض کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ عہدِ نبویؐ کے ایک محارب کافر پر جب کہ وہ عہدِ خلفاء میں مسلمان ہو جائے اسلئے حد جاری نہیں ہو سکتی کہ اسلام حالتِ کفر کے سب گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ اس بارے میں صریح حدیث وارد ہوئی ہے الاسلام یھدم ما کان قبلہ۔ کیا کسی خلیفہ کے باغی کے حق میں بھی کوئی ایسی حدیث آئی ہے کہ اگر وہ خلیفۂ لاحق کے ہاتھ پر بیعت کرلے تو اس کے سابقے سابق گناہ، ساری تعدیاں اور سابقے مظالم معاف ہو جائیں گے۔

(۴) سلاطین بنو امیہ کو حدیث نبوی میں "شر الملوک" نہیں کہا گیا ہے۔ محمود احمد عباسی نے اگر غلطی کی ہے تو اس کے جواب میں غلطیات لکھنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ "شر الملوک" حضرت سفینہؓ نے کہا ہے اور انھوں نے بھی جملہ سلاطین بنو امیہ کو نہیں، بلکہ جن بنو مروان کا مقولہ اسکے سامنے نقل کیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا استثناء آپ بھی فرماتے ہیں۔

حدیث جابر بن سمرہ میں حسب تصریح علمائے محققین وہ خلفاء بھی مراد ہیں جن کو راشدین کہا جاتا ہے اور وہ بھی جن کے لئے راشدین کا لفظ نہیں بولا جاتا، اطمینان کیلئے فتح الباری کہ جب اس حدیث کی رُو سے حضرت معاویہؓ بھی خلیفہ ہیں، تو آپ ان کے لئے خلیفہ کے بجائے سلطان کا لفظ لکھنے پر اصرار کیوں کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ "راشد" کا وصف نہ لکھیئے، جیسا کہ علمائے اہل سنت برابر لکھتے آئے ہیں۔ سلطان کے لفظ پر اصرار کرنے سے حضرت معاویہؓ کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کا وہم ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت بے شبہ صحیح ثابت ہے۔ مگر وہی راوی جس نے حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ روایت کی ہے اسی نے وہ حدیث بھی روایت کی ہے جس سے تین حضرات میں خلافت کا انحصار مفہوم ہوتا ہے۔ اس لئے بعض محدثین نے اس کی اس روایت میں یہ کلام کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں کوئی دوسرا اس کا مؤید نہیں ہے۔ بعینہٖ یہی اعتراض اس راوی کی دوسری روایت الخلافۃ بعدی الخ پر بھی وارد ہوتا ہے۔

(۶) میرا سوال پھر پڑھیئے۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے میرے سوال کا جواب ہو گیا؟ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ چونکہ حجاج کو جائر بتایا گیا ہے اس لئے آپ نے "جائر" کا ترجمہ ظالم کر دیا۔ لفظ جائر اگر کوئی اچھے معنی نہیں رکھتا تو کیا یہ ضروری ہے کہ جو بھی بدسے بدتر معنی ہوں وہی اسکا مفہوم قرار دیدیا جائے۔ اردو کے محاورے میں لفظ ظالم جس مفہوم کو ادا کرتا ہے عربی محاورے میں جائر کا لفظ اس کا مرادف نہیں ہے۔ جب آپ خود ہی "خلیفہ راست" کے مقابل میں "سلطان جائر" کا لفظ لکھتے ہیں تو جائر کا ترجمہ بجائے "ظالم" کے "ناراست" یا "غلط رو" کیوں نہیں کرتے۔ آپ تنہا عربی ادیب ہیں، آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ناراست یا غلط رو کا مفہوم بھی کچھ اچھا نہیں، مگر اردو کے محاورے میں "ظالم" سے وہ کتنا ہلکا ہے۔

میرا تاثر یہ ہے کہ آپ نے یہ نہ کر کے حضرت معاویہؓ کے شرفِ صحابیت کے احترام میں تقصیر کی ہے۔

(۷) میں جانتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ کو فاروق اعظمؓ نے

کیا ہے اور وہ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ حضرت معاویہؓ نے شاہانہ تزک و احتشام رومیوں کو مرعوب کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ خاموش ہو گئے تھے، بلکہ ایک دفعہ معاویہؓ کی اصلاح نفس کیلئے فاروق اعظمؓ نے ان کو تنبیہ کی تھی، تو یہ بھی فرمایا تھا کہ:۔ واللہ ما رأیت الا خیرا۔ (اللہ کی قسم میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا)

لیکن آپ نے طنز کے طور پر کسریٰ العرب کہا ہے۔ اور ان کی شاہانہ معاشرت کا ذکر تنکیر کے لہجہ میں کیا ہے۔ اس لئے آپ نے فاروق اعظمؓ کی اقتدار کے بجائے ان کی مخالفت کی ہے اور نہ صرف فاروق اعظمؓ کی، بلکہ امیر المومنین علیؓ کے حکم کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ ان کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الناس لا تنکروا امرة معاویة فانکم لو فقدتموہ لرأیتم الرؤس تندر عن کواھلھا الحنظل۔

(۸) آپ اپنے اس جواب کو ایک بار پھر پڑھئے اور دیکھئے کہ آپ کو حق بات کے اظہار میں کس قدر تحفظ ہے۔ آپ نے صرف مستحسن نہ تھا۔ لکھ کر اپنی بات کی بچ کی ہے۔ حق گوئی و صاف گوئی کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ لکھتے ــــ "امیر معاویہؓ کا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا مستحسن تو نہ تھا مگر جائز فعل تھا" اسی صورت میں آپ کا آگے یہ لکھنا مربوط قرار پا سکتا تھا "اسی لئے امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ولیعہدی کے مسئلہ پر ان کے خلاف خروج اور قتال نہیں کیا گیا" سچ ہوتا ہے کہ آپ نے صاف گوئی کا تقاضا پورا نہ کرنے کے ساتھ اپنے ممتاز ادبی مقام پر حرف آنا بھی گوارا فرما لیا۔

اب اس کے بعد سنئے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ فعل ناجائز نہیں تھا صرف غیر مستحسن تھا تو خلاف اولیٰ کے ترک پر ایک صحابی جلیل کو یوں ہی مطعون کرنا کہ وہ ــــ "خلافت کو شخصی اور خاندانی ملوکیت میں بدل دیتے ہیں اور اسی وقت سے اسلام میں بادشاہت کا رواج چل پڑتا ہے" ہلکے اور آپ کے لئے کہاں تک زیبا ہے، بالخصوص جب کہ ان کے اس فعل کو دین کی سوفی صدی خیر خواہی کی بنیاد پر بھی نہ مانا جائے، بلکہ ذاتی خواہش کی بنا پر قرار دیا جائے۔ اگر دین کی خیر خواہی کی بنیاد پر مانا جاتا جب بھی

(۹) ناصبیت کی یہ تعریف طبع زاد ہے۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک ناصبیت نام بغض آل رسول کا ہے جو مبغض آل رسول ہے ناصبی ہے۔ جو مبغض آل رسول نہیں وہ ناصبی نہیں ہے۔ اب اگر کوئی شخص یزید سے اس بنا پر محبت رکھتا ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ کو ظلماً شہید کرایا، یا ان کی ایذا رسانی یا اہانت کی تو در حقیقت وہ محب یزید نہیں، مبغض حسینؓ ہے۔ اس لئے ناصبی ہے لیکن اگر وہ یزید کو ان باتوں سے بری سمجھتا ہے، ان امور کا مرتکب دوسروں کو سمجھتا ہے اور یزید سے کسی دوسری وجہ سے محبت رکھتا ہے تو اس کو آپ مخطی تو کہہ سکتے ہیں، مگر ناصبی نہیں کہہ سکتے

نیز ماہر صاحب نے میرے سوال کو حل کرنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ میرا سوال یہ نہیں ہے کہ جو یزید سے محبت رکھے وہ ناصبی ہے یا نہیں۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ جو شخص حضرت حسینؓ کو محبوب پسندیدہ سمجھنے کے ساتھ یزید سے نہ محبت کرے نہ اس کو برا کہے وہ خارج از اہل سنت و جماعت ہے یا نہیں؟ ماہر صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، حق پسندی و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ ماہر صاحب اس کو واضح فرمائیں۔ اسی کے بعد تو فیصلہ ہو سکے گا کہ اس بحث میں ان کا نقطۂ نظر صحیح ہے یا ایڈیٹر تجلی وغیرہ کا۔

(۱۰) اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تقویٰ، ان کی دینی عظمت اور زبان رسالتؐ سے ان کی مدح ان کے بارے میں "حب جاہ" کا سوء ظن رکھنے سے مانع ہے تو حضرت معاویہؓ کی صحابیت، سرکار رسالتؐ سے ان کا رشتہ مصاہرت اور ابن عم رسول کی شہادت کے بموجب ان کی فقاہت اور دعاء نبوی اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا (رواہ الترمذی باسناد حسن غریب) اور انکا اس جماعت میں سے ہونا جن کے حق میں زبان رسالتؐ نے یہ بشارت سنائی ہے لا تمس النار مسلما رآنی (رواہ الترمذی وحسنہ) ان کے بارے میں حب جاہ اور ذاتی خواہش کی پیروی کا سوء ظن رکھنے سے کیوں مانع نہیں ہے۔ انھیں باتوں کے پیش نظر آپ کی "نرمی و اعتدال" میں ہم کو "شدت" نظر آئی ہے۔ ماہر صاحب کے جواب پر ہمارا یہ مختصر تبصرہ ہے۔ تبصرہ بہت طویل ہو سکتا تھا ۱۲

۱۲ اور اس صورت میں بہت سی باتیں تفصیل سے آ سکتی تھیں مگر اس وقت ہمارا مقصد ماہر صاحب کو ایک بار اور غور و فکر کا موقع دینا ہے۔ کاش ۱۲

مدرسہ سراج العلوم جھنڈے نگر کا مختصر تعارف

(دوسری)

اکابر علماء ہند کی سفارشات

اسلام دنیا میں سب سے بڑی طاقت ہے اور اسلامی تعلیم دنیا کی اصلاح و ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

نیپال جیسی آزاد ہندو ریاست میں اسلام کی تعلیمات کی اشاعت اور آزاد اسلامی اداروں کا قیام یوں تو ہر زمانہ میں ضروری رہا ہے لیکن موجودہ دور میں اس کی اہمیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

نیپال میں مدرسہ جھنڈے نگر کی خاص اہمیت:- (۱) ریاست نیپال کے طریل و عریض علاقہ میں کتاب و سنت کا چراغ اس مدرسہ سے روشن ہے (۲) نیپال کے صرف اسی مدرسہ میں نیپال و بیرون نیپال کے وظیفہ یاب طلبہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے (۳) اس مدرسہ کے سبب ہزارہا آدمی مسلمان بنے (۴) ہزارہا ہزارہا طلباء نے اب تک اس سے علمی و دینی فیض حاصل کیا سینکڑوں مستند علماء دین ملت کی تبلیغ و تعلیم کے کاموں پر فائز ہوئے ہیں (۵) اسی طرح اسلامی برکات و انوار سے نیپال میں قرب و جوار کا پورا علاقہ مدرسہ سے مستفیض ہوا (۶) آج کل اس مدرسہ میں پچاس ایسے طلباء قیام پذیر ہیں جن کے قیام و طعام اور کتاب و روشنی و دیگر متفرق ضروریات کا مدرسہ ہی کفیل ہے، مقامی و علاقائی تو سے زائد طلبہ و طالبات کی تعداد اس کے علاوہ ہے (۷) مدرسہ میں دو باورچی ملازم ہیں جو وقت پر تازہ اور صاف ستھرا کھانا پکا کر دسترخوان بچھا کر کھلاتے ہیں (۸) آٹھ اساتذہ عربی کے ابتدائی درجات و درس نظامیہ کے نصاب اور کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس میں مستعدی سے مصروف ہیں (۹) طلبہ کے مطالعہ و استفادہ کے لئے ایک درجن دینی اخبارات اور دینی علمی و تبلیغی رسائل مدرسہ کی جانب سے جاری ہیں (۱۰) مدرسہ میں ایک اوسط درجہ کا کتب خانہ ہے جس میں مطبوعات ہند و مصر کے علاوہ اچھے قدیم قلمی نسخے بھی معقول تعداد میں موجود ہیں مزید اضافہ کی کوشش کی جارہی ہے (۱۱) ضروریات زمانہ کے مطابق انگریزی و ہندی کی تعلیم بھی بطور نصاب شامل ہے اور اس کے لئے مستقل ایک ٹیچر ہیں (۱۲) اس مدرسہ کی عمارت نیپال کی طرف سے کوئی امداد و اعانت نہیں اور چونکہ عمارت سرکاری ہے اس کا تعلق نہیں اس لئے بورڈ وغیرہ کی طرف سے بھی ایک پائی کی امداد اسے حاصل نہیں اس کی ترقی و استحکام کا مدار قرب و جوار کے عوام اور بیرونی اہل کرم کے زیر تعاون ہے۔

مدرسہ کی موجودہ ضروریات:- شکستہ و ناکافی مسجد کی تعمیر کے اخراجات پر دس ہزار مدرسہ کی قدیم عمارت کی از سر نو تعمیر پر آٹھ ہزار۔ جدید دو منزلہ عمارت کے پلاسٹر و کواڑ وغیرہ پر خرچ چار ہزار۔ موقوفہ اراضی سونپور کیلئے ٹریکٹر کا خرچ دس ہزار اور حضرات اساتذہ و دیگر عملہ کی تنخواہوں اور طلبہ کی خوراک کا اوسط سالانہ خرچ چودہ ہزار ہے۔ ان تمام ضروری تعمیرات و تعلیمی اخراجات و مصارف کے لئے ہر صاحب خیر ارباب فکر سے شرکت و مساعدت کی درخواست ہے۔ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

میں جھنڈے نگر کا مدرسہ اس علاقہ کا دینی جزیرہ ہے جو چاروں طرف غیر اسلامی اثرات و ماحول سے گھرا ہوا ہے اس بناء پر وہ مسلمانوں کی بڑی سے بڑی توجہ کا مستحق ہے مسلمانوں کا جو روپیہ اس کی مدد میں صرف ہوگا وہ اپنے بہترین محل و مصرف میں صرف ہوگا اور ثواب کے دوسرے تمام طریقوں سے انشاء اللہ یہ زیادہ مقبول و باعث قرب ہوگا اللہ تعالیٰ مدرسے کو استحکام و ترقی اور اس کے کام کو وسعت اور کارکنوں کو خلوص و استقامت اور اہل خیر مسلمانوں کو خدمت و اعانت کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے کلمات طیبات:۔

مولوی عبدالرؤف خاں جھنڈے نگری سے میں سالہا سال سے واقف ہوں، بڑے ہی باہمت بڑے ہی مستعد و کارگذار ہیں۔ ان کے مدرسہ اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر نہ کرسکا، لیکن ایک نہیں کئی کئی معتبر ذرائع سے یقین ہوگیا ہے کہ کام مفید اور بڑی تندہی سے کر رہے ہیں، وہ بھی کہاں؟ عین نیپال راج میں۔ اہل صدق و صفا میں سے جو صاحب اس کا خیال کریں گے وہ یقیناً اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی تائید:۔ یہ مدرسہ میں نے دیکھا ہے مولانا عبدالرؤف رحمانی بڑے خلوص و محنت سے اسکو چلا رہے ہیں۔ اس طرح دور دراز علاقہ میں اسلام کی نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس مدرسہ کی خدمت بے شبہ دین کی ایک عظیم خدمت ہے اور اللہ کے یہاں اس کا اجر یقیناً ملے گا۔

معائنہ مدرسہ سراج العلوم جھنڈے نگر از حکیم عبدالقوی صاحب دریابادی (جھنڈے نگر دلاقہ نیپال)

کاذکر صدق جدید میں بارہا آچکا ہے۔ اس مدرسہ کے دیکھنے اور اس احاطہ میں کئی گھنٹے ٹھیرنے کا موقع اب ملا۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے اجلاس منعقدہ نوگڑھ ضلع بستی کی وجہ سے مدرسہ بند تھا اس لئے مکینوں کی بجائے صرف مکان ہی کا معائنہ کرسکا عمارت مدرسہ، طلباء کی قیامگاہ، مطبخ (دار الطعام)، مسجد و دفتر، نصاب تعلیم سبھی کو دیکھ کر تاثر توقع کے مطابق اچھا رہا۔ اس علاقہ میں یہ مدرسہ اپنی نوعیت میں منفرد اور رگستان میں ایک نخلستان کی طرح ہے۔ مسجد میں توسیع و اضافہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی ہے اور خود مدرسہ کی ضرورت بھی طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ پہلے سے بڑھ چکی ہیں۔

مدیر "تجلی" دیوبند حضرت مولانا عامر عثمانی صاحب کی تائید

مدارس اسلامیہ کی اہمیت و ضرورت کو ہر زمانے ہی میں مسلم رہی ہے، لیکن آج کے دور پرفتن میں یہ جس قدر بڑھ گئی ہے محتاج بیان نہیں، شرک و زندقہ اور الحاد و بے دینی کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے تو صرف اسی طرح کہ ہماری دینی تعلیم کا نظام مضبوط سے مضبوط تر ہو اور ہماری نوخیز نسلوں کی نگاہوں سے دین کا اُفق زرّیں اوجھل نہ ہونے پائے۔ یہ تمہیدی سطور میں نے جھنڈانگر (ریاست نیپال) کے ایک مدرسہ کے ذکر خیر میں لکھی ہیں۔ اس کا نام ہے سراج العلوم براہ راست تو اس کے احوال و کوائف سے مجھے واقفیت نہیں، لیکن بالواسطہ جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ ایسا ضرور ہے کہ اسکے پیش نظر اہل خیر اور ارباب استطاعت سے اس مدرسہ کی امداد و اعانت کا التماس کیا جائے۔ یہ نازک وقت ایسا نہیں ہے کہ ہم دینی اداروں کے سلسلہ میں محدود گروہی زاویہ نظر پر جمے رہیں اور وسیع تر دینی و ملی انداز فکر اختیار کرنے کی بجائے اپنے ذہنی تعصبات کی پٹی آنکھوں پر باندھے رکھیں جھنڈانگر جغرافی اور عمرانی پہلوؤں سے جو اہمیت رکھتا ہے اس کے لحاظ سے وہاں کسی دینی درسگاہ کا قیام اور فروغ و استحکام بیحد ضروری ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ سراج العلوم کے کارکن نہایت مخلص درد مند اور متدین لوگ ہیں اس لئے میری تمام ارباب خیر سے پُرزور اپیل ہے کہ وہ مستقلاً اس کی مالی امداد فرمائیں اور صدقہ جاریہ کے بیش بہا اجر و ثواب میں شریک ہوں۔ وباللہ التوفیق

استدعا

اہل خیر و اہل دل مسلمانوں سے التجا و درخواست ہے کہ امسال خصوصی توجہ و ایثار و سخاوت سے مدرسہ کے وسیع مصارف کیطابق اپنے عطیات و تبرکات و زکوٰۃ وغیرہ کی رقوم عطا فرمائیں۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اجراً کریماً (حدیث)

پاکستان کیلئے پتہ:۔ پاکستان کے اہل خیر حضرات پتہ ذیل پر امدادی رقوم روانہ فرمائیں اور یہ لکھدیں کہ یہ رقم برائے سراج العلوم

کھرے کھوٹے

تبصرے کیلئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

پچھلے ماہ الادب المفرد کے تبصرے میں مترجم کا نام غلط چھپ گیا ہے صحیح نام مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی ہے۔

ھدایت القرآن

اس نام سے دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ ایک ذی فہم و ذی استعداد دوست نے تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کا یہ نقش اوّل ہے۔ اس کے ۱۲۸ صفحات میں چار سورتوں کی تفسیر آئی ہے:۔

اَلنَّبَاء۔ اَلنّٰزِعَات۔ عَبَسَ۔ اَلتَّکْوِیْر۔

یہ مفید ہی بات ہے کہ انھوں نے پارۂ عمّ سے ابتدا کی۔ عامۃ المسلمین کو نمازوں میں زیادہ تر انھی سورتوں سے واسطہ پیش آتا ہے اور بہت مبارک بات ہوگی اگر پارۂ عمّ کی تمام سورتوں کا مطلب سمجھنے کا شوق اور جذبہ برادرانِ اسلام میں عام ہو جائے۔

یہ سلسلۂ تفسیر فاضل مفسر جناب محمد عثمان کاشف الہاشمی صاحب نے ماہ بہ ماہ اشاعتوں کی شکل میں جاری کیا ہے۔ ایک روپیہ فیس ممبری۔ فی الشروع سوا روپیہ علاوہ محصول ڈاک غیر ممبر خریداروں کے لئے فی الشروع دو روپے۔ کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی پسندیدہ۔

ویسے تو فاضل مفسر کا روئے سخن معمولی پڑھے لکھوں اور نوجوانوں کی طرف ہے چنانچہ اندازِ بیان اور اسلوبِ تفہیم بہت عام فہم اور سہل ہے۔ علمی بحثوں کی بجائے سادہ مطالب پر قناعت کی گئی ہے اور کتابت بھی اسی انداز کی کھلی کھلی اور جلی ہے جو معمولی استعداد کے قارئین کے لئے مناسب ہو سکتی ہے، لیکن کاشف صاحب کے طرزِ گفتگو میں جو اخلاص اور سوز و گداز رچا ہوا ہے وہ اس تفسیر کو اہلِ علم کے لئے بھی دلکش بناتا ہے۔ ان کے اسلوب میں ایک طرح کی انفرادیت محسوس ہوتی ہے جو اگرچہ ابھی جاندار نہیں ہے لیکن توجہ رکھتے ہیں کہ اگر وہ برابر لکھتے رہے تو انشاء اللہ ان کی تحریر میں ایک جاندار انفرادیت اور مخصوص پرداز کی حامل ہو جائیگی۔ بہت بڑی بات یہ ہے کہ ان کے رشحاتِ قلم میں بڑی دردمندی خلوص، للّٰہیت اور فروتنی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ وہ صاحبِ علم ہیں مگر اپنے علم پر غرّہ نہیں کرتے۔

تفہیم و تفسیر کا نہج یہ ہے کہ پہلے وہ پوری سورت سامنے رکھتے ہیں۔ پھر اس کے ایک ایک لفظ کا اردو ترجمہ کالم وار دیتے چلے جاتے ہیں پھر اختصار کے ساتھ یہ بتاتے ہیں کہ اس سورت میں کن کن امور کا بیان ہوا ہے۔ پھر ایک ایک دو دو آیتوں کا ترجمہ دیتے ہوئے تفہیم و تفسیر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر پھر ایک بار سورت کا لبِّ لباب آسان و سادہ الفاظ میں سپردِ قلم فرما دیتے ہیں یہ تکنیک عوام کے لئے بہت اچھی ہے اور ہم سفارش کریں گے کہ شائقین اس مبارک سلسلہ سے فائدہ اٹھائیں۔ نماز کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے اگر مقتدی امام کی قرأۃ کا مفہوم بھی سمجھ رہا ہو۔ قرآن درحقیقت آیا ہی اسی لئے ہے کہ اسے سمجھو اور عمل کرو۔ خالی تلاوت مفید بے شک ہے۔ اس پر ثواب بھی یقیناً ملتا ہے، لیکن قرآن کو سمجھ کر پڑھنا سمجھ کر سننا اور پھر اس پر عمل کی سعی کرنا اور ہی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

اس تحسین کے بعد ہم اپنی عادت کے مطابق قابلِ نظر گوشوں پر بھی کچھ وقت خرچ کریں گے۔

ابتدائے مِهَادًا کا لغوی ترجمہ "فرش" دیا گیا ہے یہ غلط نہیں ہے، لیکن لغات القرآن کے زیادہ مستند ائمہ کی اکثریت نے اَلْمِهَاد کا ترجمہ بچھونا اور قرارگاہ جیسے

قریب ہیں جس کے لئے سورۃ الملک کے الفاظ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا میں اشارہ ملتا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

لیکن خرابی یہ ہے کہ آگے مہاد کا ترجمہ "نرم" کر دیا گیا ہے۔ تفہیم میں اگرچہ ثانوی احتمال کی حیثیت سے "بچھونے" کا بھی ذکر ہے لیکن خطوطِ وحدانی میں دیئے ہوئے ترجمے میں مہاد کو "نرم" کا مرادف بنا دینا قابلِ نظر ہے۔ نرمی عام اعتبار سے خوبی سہی، لیکن خاص اعتبارات میں برائی بھی ہو سکتی ہے۔ دلدلیں بھی نرم ہی ہوتی ہیں۔ ریت بھی نرم ہی ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے یہ نرمی انعام نہیں ہے۔ "بچھونا" بڑا اچھا استعارہ ہے۔ آرام دہ نرمی اور گداز کا مفہوم اس سے آپ سے آپ ذہن پر نازل ہو جاتا ہے۔

وَھَّاجًا کے ترجمے میں "گرم چمکتا ہوا چراغ" کہنا شاید ترجمے سے کچھ زائد ہے۔ وھاج میں بعض اقوال کے اعتبار سے بے شک گرمی کا مفہوم شامل ہے مگر یہاں یہ مفہوم اس لئے منطوق الٰہی نہیں معلوم ہوتا کہ سیاق کلام صرف چمک کا متقاضی ہے گرمی کا نہیں۔

لٰبِثِیْنَ فِیْھَآ اَحْقَابًا۔ کے ترجمہ و تفہیم میں گہرے تفکر کی ضرورت تھی اس کا حق فاضل مفسر ادا نہیں کر سکے احقاب کا ترجمہ "بے انتہا زمانے" اردو کے محاورے کے اعتبار سے تو درست ہو سکتا ہے۔ یعنی جیسے ہم کثیر ازدحام کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ "بے انتہا آدمی تھے" اور مقصود اس سے یہ منطقی مفہوم نہیں ہوتا کہ ان آدمیوں کا شمار ہی ممکن نہیں، بلکہ بہت بڑی کثرت کو مبالغے کے پیرائے میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن موصوف نے احقاب کو اس معنی میں نہیں لیا، بلکہ وہ "بے انتہا" کا منطقی مفہوم ہی لے رہے ہیں چنانچہ تفہیم میں انھوں نے بالکل متعین کر دیا ہے کہ یہ کافروں ہی کا ذکر ہے تو "بے انتہا زمانوں" کا منشا خَالِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا آپ سے آپ متعین ہو گیا۔ کون نہیں جانتا کہ اسلامی عقیدے

حالانکہ غیر مختتم کے مفہوم کو اللہ تعالیٰ خالدین فیھا ابدا جیسے صریح و مؤکد الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ اسکے برخلاف حقب (جس کی جمع احقاب ہے) ایک محدود مدت (غالباً ۸۰ اور ۹۰ سالوں کے درمیان) کا نام ہے۔ محدود مدتیں کتنی بھی مل جائیں لامتناہی نہیں ہو سکتیں۔ اربہا اربہا حقب مل کر بھی جو زمانہ بنائیں گے وہ بہرحال مختتم اور محدود ہوگا ابدی اور لامتناہی نہیں۔ پھر کیوں نہ ہم چونکیں کہ آیاتِ ہذا اگر خالص کافروں ہی کے لئے ہیں تو اللہ جل شانہٗ نے احقاب کا لفظ کیوں پسند فرمایا؟

عاجز کا خیال ہے کہ یہاں صرف اُن کافروں ہی کا ذکر نہیں ہے جنھیں ہم طے شدہ طور پر کافر کہتے ہیں، بلکہ اُن لوگوں کا بھی ذکر ہے جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم بھی انھیں روایتہً مسلمانوں ہی کے فرقوں میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً سابق زمانوں کے موحدین جن کا ہذیان یہ تھا کہ اسلام لانے کے بعد کوئی بدسے بدتر معصیت بھی ضرر رساں نہیں۔ گویا مومن ہونیکے باوجود وہ لَا یُحَاسَبُوْنَ حِسَابًا کے زمرے میں داخل ہو گئے۔ یا مثلاً آجکل کے منکرین حدیث الملقب بہ اہلِ قرآن۔ ان کا ارشاد یہ ہے کہ دوزخ جنت تو اسی دنیا کے مختلف احوال کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں بعد مرگ کوئی جنت دوزخ نہیں ہے یہ بھی پکے لاپوجنیئے ہیں۔ علیٰ ہذا وہ شیعہ اور روافض جو سمجھے بیٹھے ہیں کہ حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کے چاہنے والوں کو سیدھا جنت میں پہنچا یا جائے گا اور دنیا میں جو کوتک چاہے وہ کرتے رہیں حسابِ آخرت سے فارغ ہی رہیں گے۔ علیٰ ہذا وہ بدعتی جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ دنیا کے مزے لوٹے جاؤ وہ بزرگ ہمیں بے حساب جنت میں داخل کرا دیں گے جن کی قبروں سے ہم لو لگائے ہوئے ہیں۔ جنھیں ہم مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ جن سے ہم نے عابد و معبود جیسا رشتہ قائم کر رکھا ہے۔ اور اگر ان سے بھی پوری طرح کام نہ چلا تو شفیع المذنبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں ہی جن کی شفاعت پر ہمیں دخولِ فردوس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اسی خوش فہمی میں یہ لوگ بدسے بدتر

پہلوں کی تردید ہیں اور ان کا صاحب اپنی سے پاک ہیں پہلے ان کے لا یرجون نشیئے ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ تکذیب آیات کا جرم بھی مذکورہ سب گروہوں کا ثابت ہے ہی۔ کافروں کی طرح وہ کھل کر نہ کہیں کہ قرآن جھوٹا ہے، لیکن قرآنی آیاتِ محکمات کے صریح خلاف جو عقائد انھوں نے گھڑ رکھے ہیں وہ انھیں کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّہَا کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں کیونکہ ذہنی تکذیب خفی کو انھوں نے اپنی فاسد عقائد کے مطابق عمل کر کے جلی اور مؤکد بنا رکھا ہے۔ کِذَّابًا کا لغوی ترجمہ کاشف صاحب نے "زور زور سے جھٹلانا" ٹھیک نہیں کیا۔ کِذَّابًا کو چاہے باب مفاعلۃ سے لیجئے یا مبالغہ کا صیغہ مانئے یا تکذیب ہی کا مصدر قرار دیجئے "زور زور" سے ایضاح مطلب نہیں ہوتا۔ یہاں مطلب ہے ڈٹ کر جھٹلانا یا پورا پورا جھٹلانا یا صریحاً جھٹلانا۔ ایک شخص اگر کسی قبر پر سجدہ ہو کر دل ہی دل میں صاحبِ قبر سے مدد مانگ رہا ہے تو اگرچہ وہ آیاتِ الٰہیہ کو "زور زور" نہیں جھٹلا رہا مگر ڈٹ کر اور صریحاً ضرور جھٹلا رہا ہے۔ اسی طرح جو صحابہؓ کو گالیاں دے اور بارہ اماموں کو ساتویں آسمان پر چڑھائے وہ ضرور ان آیات کا مصداق ہے۔ چونکہ وہ اور مذکورہ تمام قسم کے لوگ مکمل طور پر کافر نہیں، بلکہ ایمان کی کوئی نہ کوئی رمق ان کے گوشۂ قلب میں موجود ہے اور وہ خود کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اس لئے جہنم کا خلودِ ابدی تو ان کا مقدر نہیں ہے، لیکن بہت لمبے زمانہ تک وہ ضرور جہنم میں رہیں گے۔ یہی مقصود معلوم ہوتا ہے احقاب کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا کا ترجمہ

"(اور ان کو اس بات کا خوف نہ تھا) کہ ہم نے ہر ہر چیز کو دیکھ رکھا ہے۔"

ہماری نظر میں درست نہیں۔ طاغین کے اوصافِ خبیثہ کا بیان کِذَّابًا پر ختم ہو گیا۔ ہو سکتا ہے بعض مفسرین نے وَاؤ کو عاطفہ قرار دے کر اس جملے کو لا یرجون کا مفعول مان لیا ہو (جیسا کہ کاشف صاحب نے بین القوسین واضح کیا ہے) مگر یہ دور کی بات ہے۔ موزوں ترین بات یہ ہے

"یہ لوگ حساب آخرت کی توقع نہیں رکھتے تھے حالانکہ ہم نے ان کے تمام اعمال و عقائد کو مِن و عَن قلمبند کر رکھا ہے۔"

دوسرے درجے میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ جملہ اللہ تعالیٰ نے جَزَآءً وِّفَاقًا (عمل کے مطابق بدلہ) کی علت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی ہمارے پاس چونکہ ان کا ہر عمل اور عقیدہ لکھا لکھایا محفوظ ہے اس لئے ہم اسی کے مطابق بدلہ دینے پر یقیناً قادر ہیں۔ کسی کو دس احقاب کسی کو سو کسی کو ہزار احقاب دوزخ میں رکھیں گے اور جو کافر مطلق نکلے گا اسے خالدین فیہا ابدا کا مزا چکھنا ہوگا۔

منشا یہ کہ جملہ مذکورہ کا تعلق لا یرجون سے کرنا اتنی دور کی بات ہے کہ جچتی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورۂ والنّٰزعٰت میں زَجْرَةٌ کا لفظی ترجمہ "سخت آواز" کیا گیا ہے۔ حالانکہ مناسب ترین لفظ "جھڑکی" یا "ڈانٹ" ہے۔ نکال کا ترجمہ عذاب اگرچہ صحیح ہے، لیکن اس میں "عبرتناک" کا اضافہ بہتر ہوتا۔ مطلقاً عذاب ضروری نہیں کہ عبرتناک بھی ہو۔ نکال اور نکالۃ کی وضع ہی میں عبرت انگیزی کا مفہوم شامل ہے۔

اَشَدُّ کا ترجمہ "بڑے" بھی قابل غور ہے۔ ویسے تو اشد کے صحیح معنی زور آور اور قوی کے آتے ہیں، لیکن موقعہ کے اعتبار سے یہاں "دشوار" ترجمہ کرنا چاہئے۔

"اے نادانو! کیا آسمان کی تخلیق زیادہ دشوار ہے یا تمہیں دوبارہ پیدا کرنا؟"

مُنْتَهٰهَا کا ترجمہ "اس کا مدار" خدا جانے کس وجہ سے کیا گیا ہے۔ آگے پوری آیت کا ترجمہ بھی جچا تلا نہیں

"اس کا معاملہ تو آپ کے پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔"

معاملہ قیامت کا کیا ہر چیز کا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، یہاں اختیار و قدرت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ علم کا ذکر ہے۔ یعنی قیامت کب آئے گی اس کا ٹھیک ٹھیک علم تو اللہ ہی کو ہے۔ "مدار" کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آگے تفہیم میں خود فاضل مفسر نے نسبتاً صحیح ترجمہ دیا ہے
"ناراض ہو گئے"

لیکن اس سے زیادہ صحیح الفاظ یہ ہو سکتے تھے:-
(۱) اس نے تیوری چڑھائی (۲) وہ چیں بہ جبیں ہوا
(۳) اس نے ماتھے پر بل ڈالے (۴) وہ ترش رو ہوا۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ شدید مذمت کے اس عربی محاورے کا ترجمہ اگر اردو محاورے سے کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ ترجمہ کہ "مارا ہی جائے انسان" فصاحت کا حق ادا نہیں کرتا۔ اردو میں اس طرح کا مفہوم لفظ "غارت" سے ادا کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں خدا اسے غارت کرے۔

یہاں صحیح ترین ترجمہ یوں ہوگا۔ "غارت ہو جائے انسان کیسا ناشکرا ہے!"

اردو محاورے کے مطابق لفظ غارت میں بددعا کے ساتھ جو شدید مذمت اور بیزاری کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ "مارے جانے" میں نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ یہی مفہوم عربی محاورے کی جان ہے۔

صفحہ ۱ پر ــــ "یہ کھانا اسی ہاتھوں سے پیدا ہوتا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔"

یہ عبارت نظر ثانی کی محتاج ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔ یہاں شمس کا ترجمہ "سورج" کی بجائے "دھوپ" کرنا چاہئے۔ عربی لغت اور محاورے دونوں میں شمس سورج ہی کی طرح دھوپ کو بھی کہتے ہیں۔ كُوِّرَتْ کا ترجمہ "لپیٹ دیا جائے گا" درست نہیں۔ یہ فعل لازم ہے متعدی نہیں سورج ہی ترجمہ کریں تب بھی یوں کہنا چاہئے ــــ "جب سورج تہہ ہو جائے۔"

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۔ عسعس کا لفظی ترجمہ "وہ اٹھے" اکھڑا ہوا ہے۔ پھیل جائے یا چھا جائے ہونا چاہئے۔ ویسے اگر معنوی ترتیب پر زیادہ زور دیں ہوگا۔ یعنی :-
"اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔"

فاضل مفسر خوب جانتے ہیں کہ عسعس بعض دو الفاظ مثلاً نھلون دوسراء کی طرح اضداد میں سے ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ کی تفہیم بھی ذرا جھول دار ہے۔ اسے ضمنین سے متعلق کر دینا مناسب نہیں۔

یہ خورد گیریاں ہم نے اس خیال سے کی ہیں کہ سلسلۂ تفسیر انشاء اللہ آگے کو چلنا ہے۔ اگر فاضل مفسر کچھ اور زیادہ احتیاط، خوش مذاقی اور امعان نظر سے کام لیں گے تو خدوخال کی نزاکتیں کچھ اور نکھر جائیں گی۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا تا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا جیسی آیات کے باب میں ہماری پختہ رائے ہے کہ یا تو ان کی تفہیم میں انتہائی اختصار برتنا چاہئے اور کہہ دینا چاہئے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ یا پھر اتنی مبسوط اور بھرپور تفہیم ہونی چاہئے جو ریب و اعتراض کے سارے کانٹے نکال دے۔ کاشف صاحب نے بین بین روش اختیار کی ہے۔ یہ فی زمانہ درست نہیں۔ آج کم علموں میں بھی تعقل کی بیماری سرایت کر گئی ہے وہ خالی روایت سے مطمئن نہیں ہوتے اگر روایت کا رنگ بو نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک عامی بھی برملا کہہ سکے گا کہ یہ جو بعض کافر حرکت قلب بند ہو جانے سے اچانک مر جاتے ہیں ان کی روح قبض ہونے میں تو اس خوفناک عمل طویل کی نوبت نہیں آتی جس کا لزوم ہر کافر کے لئے ھدایت القرآن کی تفہیم سے ثابت ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا بعض مسلمانوں کا نزاع بڑا طویل بڑا جاں گسل اور نہایت عبرتناک ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی توجیہہ ہدایت القرآن میں نہیں۔ کیا حرج ہے اگر ہم ایسی آیات کے بارے میں جن کی اطمینان بخش اور فیصلہ کن تفہیم و تفسیر سخت مشکل ہے یہی وضاحت کر دیں کہ ان کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور ہماری آزمائش کے لئے قرآن میں ایسی بہت

آگے تفہیم میں خود فاضل مفسر نے نسبتاً صحیح ترجمہ دیا ہے
"ناراض ہو گئے"

لیکن اس سے زیادہ صحیح الفاظ یہ ہو سکتے تھے:-
(۱) اس نے تیوری چڑھائی (۲) وہ چیں بہ جبیں ہوا
(۳) اس نے ماتھے پر بل ڈالے (۴) وہ ترش رو ہوا۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ شدید مذمت کے اس عربی محاورے کا ترجمہ اگر اردو محاورے سے کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ ترجمہ کہ "مارا ہی جائے انسان" فصاحت کا حق ادا نہیں کرتا۔ اردو میں اس طرح کا مفہوم لفظ "غارت" سے ادا کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں خدا اسے غارت کرے۔

یہاں صحیح ترین ترجمہ یوں ہوگا۔ "غارت ہو جائے انسان کیسا ناشکرا ہے!"

اردو محاورے کے مطابق لفظ غارت میں بددعا کے ساتھ جو شدید مذمت اور بیزاری کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ "مارے جانے" میں نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ یہی مفہوم عربی محاورے کی جان ہے۔

صفحہ ۱ پر ــــ "یہ کھانا اسی ہاتھوں سے پیدا ہوتا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔"

یہ عبارت نظر ثانی کی محتاج ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔ یہاں شمس کا ترجمہ "سورج" کی بجائے "دھوپ" کرنا چاہئے۔ عربی لغت اور محاورے دونوں میں شمس سورج ہی کی طرح دھوپ کو بھی کہتے ہیں۔ كُوِّرَتْ کا ترجمہ "لپیٹ دیا جائے گا" درست نہیں۔ یہ فعل لازم ہے متعدی نہیں سورج ہی ترجمہ کریں تب بھی یوں کہنا چاہئے ــــ "جب سورج تہہ ہو جائے۔"

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۔ عسعس کا لفظی ترجمہ "وہ اٹھے" اکھڑا ہوا ہے۔ پھیل جائے یا چھا جائے ہونا چاہئے۔ ویسے اگر معنوی ترتیب پر زیادہ زور دیں ہوگا۔ یعنی :-
"اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔"

فاضل مفسر خوب جانتے ہیں کہ عسعس بعض دو الفاظ مثلاً نھلون دوسراء کی طرح اضداد میں سے ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ کی تفہیم بھی ذرا جھول دار ہے۔ اسے ضمنین سے متعلق کر دینا مناسب نہیں۔

یہ خورد گیریاں ہم نے اس خیال سے کی ہیں کہ سلسلۂ تفسیر انشاء اللہ آگے کو چلنا ہے۔ اگر فاضل مفسر کچھ اور زیادہ احتیاط، خوش مذاقی اور امعان نظر سے کام لیں گے تو خدوخال کی نزاکتیں کچھ اور نکھر جائیں گی۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا تا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا جیسی آیات کے باب میں ہماری پختہ رائے ہے کہ یا تو ان کی تفہیم میں انتہائی اختصار برتنا چاہئے اور کہہ دینا چاہئے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ یا پھر اتنی مبسوط اور بھرپور تفہیم ہونی چاہئے جو ریب و اعتراض کے سارے کانٹے نکال دے۔ کاشف صاحب نے بین بین روش اختیار کی ہے۔ یہ فی زمانہ درست نہیں۔ آج کم علموں میں بھی تعقل کی بیماری سرایت کر گئی ہے وہ خالی روایت سے مطمئن نہیں ہوتے اگر روایت کا رنگ بو نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک عامی بھی برملا کہہ سکے گا کہ یہ جو بعض کافر حرکت قلب بند ہو جانے سے اچانک مر جاتے ہیں ان کی روح قبض ہونے میں تو اس خوفناک عمل طویل کی نوبت نہیں آتی جس کا لزوم ہر کافر کے لئے ھدایت القرآن کی تفہیم سے ثابت ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا بعض مسلمانوں کا نزاع بڑا طویل بڑا جاں گسل اور نہایت عبرتناک ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی توجیہہ ہدایت القرآن میں نہیں۔ کیا حرج ہے اگر ہم ایسی آیات کے بارے میں جن کی اطمینان بخش اور فیصلہ کن تفہیم و تفسیر سخت مشکل ہے یہی وضاحت کر دیں کہ ان کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور ہماری آزمائش کے لئے قرآن میں ایسی بہت

ایات سامل کردی ہیں ان کی دو بوتل سے زیادہ نہیں ہے۔ لاتے ہو تو ایمان لاؤ نہیں تو جاؤ جہنم میں۔

حاصل تبصرہ یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کیلئے ھدایت القرآن کا سلسلہ نہایت مفید ہے۔ اس کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔

فتاویٰ دار العلوم

علوم دین کے مرکز دار العلوم دیوبند کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے دار الافتاء سے ہزاروں فتاویٰ پہلے بھی نکلتے رہے اور اب بھی نکلتے ہیں۔ اس کی بہت بڑی ساکھ ہے اور اگرچہ ماضی قریب کے بعض غیر ذمہ دارانہ فتاوے نے اس ساکھ کو بڑا صدمہ پہنچایا ہے تاہم گیا گیا ہاتھی سوا لاکھ کا۔ آج بھی اس کے مفتیوں کا ایک مقام ہے۔ ایک منزلت ہے۔

ایک خاص دور کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ دار العلوم" کے نام سے عرصہ ہوا طبع ہوا تھا۔ اس میں مولانا عزیز الرحمٰن اور مولانا محمد شفیع صاحب کے فتاویٰ جمع کئے گئے تھے۔ یہ چھپا مگر کئی اعتبار سے ناقص چھپا۔ پھر نئے ایڈیشنوں میں اس کے بعض نقائص دور کئے گئے مگر بعض پھر بھی موجود رہے اب اسی کو کتب خانہ امدادیہ دیوبند نے اصلاح و آرائش کے ساتھ چھاپا ہے جس کی طباعت، کتابت، کاغذ اور ترتیب وغیرہ دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ اس ایڈیشن کی امتیازی خوبیاں ناشر نے جلد اول کے شروع میں دی ہیں جنھیں متعدد مقامات سے جانچا گیا تو صحیح پایا۔ بالخصوصیت قابل قدر ہے کہ بعض فتاویٰ کی مغلق عبارتوں کی تسہیل کر دی گئی ہے اور یہ بھی بہت اچھا ہے کہ چند مسائل میں مفتی شفیع صاحب نے اپنے پچھلے فتاویٰ سے متعلق جو نئی بحثیں کی ہیں انھیں بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ ناشر اس نئے ایڈیشن کے لئے مستحق تحسین ہیں۔

چار جلدوں میں مکمل۔ قیمت اسی روپے۔ مرتب ہیں مولانا اکمل صاحب سابق رفیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند۔ مہتمم ہیں:۔ جناب مختار علی ابن نجم الغنی۔ مصحح ہیں:۔ جناب مولانا سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاد دار العلوم۔

کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ابھی دو ماہ ہوئے آپ کا انتقال ہوا ہے اچھے خاصے تندرست و توانا۔ عشاء کی آذان پر کھانا کھانے کا حکم دے کر کسی کام میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ کھانا چنا جاتا ہے۔ کسی کو تصور بھی نہیں کیا سے کیا ہونے والا ہے۔ اچانک دل کا دورہ پڑتا ہے اور عشاء کی جماعت سے قبل ہی واصل بہ حق ہو جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ وسیع المطالعہ، خوش بیان، سرگرم اور شگفتہ مزاج۔ تدریس میں کافی ممتاز تھے۔ طلباء کو اپنے متبحر استاد کی اچانک رحلت کا جس درجہ قلق ہوا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ انتقال کا علم ہوتے ہی طلباء کا انبوہ کثیر مرحوم کے مکان پر جمع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو آخرت کی بہترین نعمتوں سے نوازے۔ آج وہ کل ہماری باری ہے

امام احمد بن حنبلؒ

قاہرہ یونیورسٹی (مصر) کے پروفیسر آف اسلامک لاء العلامۃ الاستاذ ابو زہرہ کی شہرت ابھی نو عمر ہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ان کا نام نامی خواص کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا لیکن ان کی پے در پے آنے والی عظیم دینی و تحقیقی تصانیف نے تیزی سے انھیں شہرت دی اور بہت قلیل زمانے میں ان کا اسم گرامی اس درجہ میں پہنچ گیا کہ اب دینی و علمی حلقوں میں اس نام سے سبھی واقف ہیں اور اونچے درجے کے علماء ان کی بعض آراء سے اختلاف رکھنے کے باوجود انکے تبحر اور علم و استدلالی کے معترف ہیں۔

ان کی تالیف "امام احمد بن حنبلؒ" کا اردو ترجمہ اس سے قبل پاکستان کے معروف مصنف و مترجم جناب رئیس احمد جعفری نے کیا تھا۔ اب اسی کام کو جناب عمر فاروق ایم۔ اے نے انجام دیا ہے۔ ناشر نے عرض ناشر کے تحت واضح کیا ہے کہ پچھلا ترجمہ کافی ناقص تھا اور اس پر جو حواشی دیئے گئے تھے وہ بھی منصفانہ نہیں تھے۔ ہمارے لئے یہ تحقیق کرنے کا موقع تو نہیں کہ نقص و ظلم کا الزام کس حد تک بجا یا بیجا ہے۔ جو تفصیلات بطور شہادت ناشر نے پیش کی ہیں

سامنا کرنے ہے۔ اس میں یہ بات ہیں خاص طور پر پیدا کی گئی
خلق قرآن کے مسئلہ میں انھوں نے محض رسمی گفتگو پر اکتفاء
نہیں کیا، بلکہ جرأت کر کے اپنے اُن خیالات کا اظہار کر دیا
جو خالص جذباتی نقطۂ نظر رکھنے والوں پر گراں بھی ہو سکتے
ہیں۔ علم و تحقیق کا یہی تقاضا ہے۔

اس ترجمے کو ــــ اسلامی پبلشنگ کمپنی۔ اندرون
لوہاری دروازہ لاہور نے چھاپا ہے۔

تاریخ محمودیت

اس کتاب میں ایسے خطوط اور ایسی شہادتیں پیش کی گئی ہیں جن سے بیسویں صدی کے خانہ ساز نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے موجودہ جانشین مرزا محمود احمد صاحب کے اوصاف عالیہ کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ اہل علم و فہم کے لئے تو اس انکشاف میں کوئی ندرت اور دلکشی نہیں کہ ایک خانہ ساز نبی کا خلیفہ اسوۂ و کردار کی کس سطح پر ہے۔ وہ اگر زنا کرتا ہے تب کیا اور غضب و خیانت کرتا ہے جب کیا۔ خاتم النبیین سرور انس و جن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو بھی ماننا بجائے خود اتنا بڑا زندقہ اتنی بڑی بدکرداری ایسی بدترین گمراہی اور ایسی کافرانہ جسارت ہے جس کے سامنے زنا، شراب، قمار، خیانت جیسی بدکرداریاں پانی بھرتی ہیں۔ ان سب گناہوں کی معافی ہے، لیکن کفر و شرک ناقابل عفو ہیں۔ جس نے گھوڑے کی لیدہ کھائی وہ کبوتر کی بیٹ کھا رہا ہے یا نہیں اس کی کیا اہمیت ہے۔

لیکن عوام بیچارے زیادہ گہرائی میں نہیں جا سکتے وہ کسی شخص کو بظاہر نیکوکار اور خوش گفتار دیکھ کر یہ جائزہ لینے کی اہلیت نہیں رکھتے کہ اس کے عقائد کیا ہیں۔ لہٰذا یہ بھی ضروری ہے کہ خانہ ساز نبی کے جانشین کا گھناؤنا کردار بھی منظر عام پر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس کتاب میں آپ ان کے ایسے اعمال کی شہادتیں پائیں گے جن کی پوری روداد ایک سلیم الطبع اور وارستہ مزاج انسان پڑھنے کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔

یہ کتاب پاکستان میں شائع ہوئی تھی اب اسے یو بند

ے ایک ناشر نے صاف کیا ہے۔ یہ ناشر ہے
آپ اگرچہ سو بہ اتفاق سے نابینا ہیں، لیکن حافظ بھی ہیں
اور فاضل دیوبند بھی۔ کتاب کے دیباچے میں جو قاعدے
کے خلاف کتاب کے آخر میں چھاپا گیا ہے یہ وضاحت ملتی ہے کہ
اس کتاب کو خدمت دین کے نقطۂ نظر سے چھاپا گیا ہے اور
منشا یہ ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے ہاتھ میں پہنچ جائے۔

ہم نہایت رنج کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس طرح کی سخن
سنجیاں اب بہت بدنام ہو چکی ہیں۔ کیا حاصل ایسی باتوں
سے جن کی تردید زبان حال سے برملا ہو رہی ہو۔ دینی کتابوں
کی اشاعت بیشک کارِ ثواب ہے لیکن اس کا تمام تر تعلق نیت
سے ہے۔ نیت اگر خالصتہً اجرانہ ہے تو ثواب کے نام کا
جبہ بھی ملنا مشکل ہے جس درجہ میں حسن نیت کا شمول ہوگا
اسی درجہ میں ثواب بھی ملے گا۔ نیت کا مظہر اعمال ہوا کرتے
ہیں۔ عمل یہ ہے کہ کتاب کی کتابت بھی خراب۔ طباعت
بھی خراب۔ تصحیح بھی ناقص۔ کاغذ بھی گھٹیا درف۔ چھوٹے
سائز کے صرف 192 صفحات اور قیمت کیا ــــ اکدم
ساڑھے تین روپے۔ حالانکہ ہم جیسے گناہگار لوگ جو خدمت
دین کے ادعاء کے بغیر مالی منفعت کو اصل مقصد بنا کر کتابیں
چھاپتے ہیں وہ بھی اچھی طباعت و کتابت اور سفید گلیزڈ
کاغذ کے باوجود اس سائز کے سو صفحات کی قیمت ایک روپے
سے زیادہ نہیں رکھتے اور بفضلہ تعالیٰ پھر بھی خاصا نفع کماتے
ہیں۔ اب اگر اس "تاریخ محمودیت" کی قیمت ساڑھے
تین روپے رکھی گئی ہے جس کی لاگت کسی طرح آٹھ آنے فی
کتاب سے زیادہ نہیں تو سوچیے کہ خدمت دین اور ہر ہر
مسلمان کے ہاتھ میں پہنچانے کے جذبہ نیک کا کیا ناک نقشہ
سامنے آتا ہے۔ ہمیں رنج ہے کہ دیباچہ نگار ایسی کچی بات
لکھ گئے ہیں جب کہ وہ طباعت و اشاعت کی راہ کے
نئے رہبر نہیں ہیں اور صدمہ ہے کہ ناشر نے بھی اس
دیباچے کو جوں کا توں چھاپ دیا۔ اگر چھاپا ہی تھا تو قیمت
متعین کرتے ہوئے کسی حد تک تو خدمت دین کے دعوۂ
عظیمہ کا پاس لحاظ کرتے۔ دیوبندی ناشروں کی ساکھ کچھ تو

اوّل تو ہمارے نزدیک اُس شخص کو کتاب چھاپنے کا حق نہیں جو کتابت وطباعت کا تھوڑا بہت بھی حق ادا نہ کر سکتا ہو۔ دوسرے کوئی کتاب اتفاقات وحادثات کے باعث خراب چھپ بھی جائے تو اس کی قیمت کو اسی اعتبار سے کم بھی کر دینا چاہئے۔ لیکن آٹھ آنے لاگت کی یہ تمام کتاب کے ساڑھے تین روپے ـــ یعنی سات گنی قیمت رکھ دینا اور پھر ہر ہر مسلمان کے ہاتھوں میں پہنچانے کی تمنا ظاہر کرنا ایسا لطیفہ ہے جس کی داد نہیں دی جا سکتی۔

فاضل ناشر ہمیں معاف کریں کہ بات تلخ ہو گئی، لیکن یہ تلخی اگر دیوبند کے بعض غیر ذمہ دار ناشرین کے لئے کسی طرح کا تازیانہ ثابت ہو تو ہم اُن صلواتوں کو بھی تحفہ ہی سمجھیں گے جو اس طرح کی تلخ نوائیوں کے بدلے ہمارے حصّہ میں آئیں گی۔

اسلامی پیغام کے اوّلین علمبردار

تالیف: علامہ سید جمال الدین الخطیب
ترجمہ: از محمد اسلم سیف فیروزپوری ● ناشر: مکتبہ سعیدیہ فیض آباد (ضلع ملتان۔ پاک) صفحات ۱۰۴ قیمت ایک روپیہ

لکھائی چھپائی عمدہ۔ کاغذ ردّ۔

اس کتاب میں مشاجرات صحابہؓ پر عدل واعتدال کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ افسوس کہ روافض وشیعہ حضرات کی کج فکری وما لغو آرائی نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی عظمت ورفعت کو بھی ایک بحث طلب مسئلہ بنا دیا ہے حالانکہ عقل سلیم اور طبع شریف کے نزدیک ہر صحابی کی حرمت ومنزلت بحث ونظر سے بالاتر ہے۔ صحابہؓ انسان تھے وہ آپس میں لڑے تو یہ کوئی عجوبہ نہیں۔ عجوبہ یہ ہے کہ بعض اخلاف نے انکی لڑائیوں کو اپنے اپنے تعصبات کی عینک سے دیکھا اور چھوٹے بن کی حسد کر دی۔ ایک گروہ تو گمراہی کی دلدل میں اتنا گہرا اُترا کہ اکابر صحابہؓ کو گالیاں دینا اور ازواج النبیؐ کی حرمت ورفعت سے ٹھٹول کرنا اس نے معمول بنا لیا۔ پھر اس کے کچھ اثرات اہل سنت پر بھی پڑے اور بعض صحابہؓ جلیل کا وقار اہل سنت کے یہاں بھی نشانۂ سلامت بن گیا۔ معاویہؓ جیسے میں بھی گھس آئے اور آج عام طور پر یہ حال ہے کہ صحابیت کے احترام کا دعویٰ کرنے والے بھی امیر معاویہؓ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہوئے ایسا انداز اختیار کرتے ہیں گویا یہ بہت بڑا احسان ہے جو انھوں نے امیر معاویہؓ پر کیا ہے!

زیر تبصرہ کتاب صحابہؓ کی باہمی آویزشوں کی تشریح وتاویل میں ایک اچھی کتاب ہے جس کے بعض مندرجات سے اختلاف تو ممکن ہے مگر مصنف کا خلوص شبہ سے بالاتر ہے۔

عیسائی مشنری سے ملاقات

مرتبہ سعید بن وحید (علیگ) بی۔ اے۔ مبلّغ اسلام

شائع کردہ: دینی انجمن۔ این۔ ۱۱۵۔ کورنگی ٹاؤن ۳۰ کراچی ۳۱ ● صفحات ۹۶۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ گھٹیا۔ قیمت کچھ نہیں۔ قلمی نوٹ دیا گیا ہے کہ بھارتی حضرات خط بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔

خدا کی شان ہے کہ اُس ملک پاکستان میں جو اسلام کے نام پر بنا تھا عیسائیت خوب خوب فروغ پا رہی ہے۔ گویا کفر گھر میں گھس کر اسلام کو شکست دے رہا ہے۔ اہل نظر اس کے اسباب وعلل کی مختلف تشریحیں فرما رہے ہیں۔ کچھ علاج بھی تجویز کئے جا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک اسلامی معاشرہ عملی دنیا میں ظہور پذیر نہ ہوگا اور انکا روکردار پر باطل تہذیب وتمدن کی قدروں کا غلبہ رہے گا گمراہیوں کو پھیلنے پھولنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ عقل وعلم کی سطح پر ممکن ہی نہیں کہ کوئی مذہب اسلام کو شکست دے سکے۔ اسلام خاور تاباں ہے اور دوسرا ہر مذہب ظلمت کے سوا کچھ نہیں۔ تاریکی سورج سے آنکھ نہیں ملا سکتی لیکن آدمی کی اخلاقی حس ہی ماری جائے تو وہ موقع بہ موقع ظلمت کو روشنی پر ترجیح دے سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں ایک ملاقات کا حال بیان ہوا ہے جسمیں ایک طرف سعید بن وحید صاحب ہیں اور دوسری طرف ایک عیسائی پادری۔ دونوں میں اسلام اور عیسائیت کے

کی باتیں نہ صرف ان کی وسعتِ مطالعہ پر دلالت کرتی ہیں بلکہ ذہانت اور حاضر دماغی کی بھی مظہر ہیں۔ پادری صاحب ضیق ہو کر رہ گئے۔ پایانِ کار انھیں کہنا پڑا کہ جناب میں تو آپ کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتا' لیکن آپ کراچی میں ہمارے بڑے پادری صاحب سے ملئے۔ پھر مرتب لکھتے ہیں کہ بڑے پادری صاحب سے ملنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن انھوں نے ملاقات کا موقع ہی نہیں دیا۔

دیتے کیسے۔ انھیں پہلے ہی اطلاع دیدی گئی ہوگی کہ حضور والا ابن وقت سے نہ ملئے گا۔ عیسائیت کی کمزوریوں سے خوب واقف ہے۔

حاصل تبصرہ یہ کہ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے مفید ہوگا۔ اس میں بہت سی ایسی معلومات ہیں جن سے اچھے اچھے پڑھے لکھے مسلمان بھی بہرہ ور نہیں۔ مکالمے دلچسپ اور سلجھے ہیں۔ لب و لہجہ متین ہونے کے باوجود ایک دلکش کیفیت استہام اپنے اندر رکھتا ہے۔

بس کھٹکتی ایک یہ بات ہے کہ عیسائیت کے استیصال کی یہ مہم دیندار انجمن کی طرف سے چلائی جارہی ہے۔ دیندار انجمن کے بارے میں ہماری معلومات اتنی نہیں کہ کوئی فیصلہ دے سکیں۔ سنا یہ ہے کہ اس کے بعض عقائد و افکار سوادِ اعظم المسلمین سے ہٹے ہوئے ہیں۔ خدا کرے یہ غلط ہو۔ واللہ العلم عند اللہ

تلبیس ابلیس

تصنیف:- امام حافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزی البغدادیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) ● ترجمہ:- علامہ ابو محمد عبد الحق اعظمی گڑھی ● ناشر و سنہ اشاعت:- نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ کراچی ● کتابت طباعت معیاری۔ کاغذ سفید۔ صفحات ۴۶۸ متوسط سائز جلد کیپ خوبصورت گرد پوش۔ قیمت دس روپے۔

ابن الجوزیؒ علمائے اسلام کی صفِ اوّل کے لوگوں میں ہیں۔ آپ کا زہد و ورع بھی مثالی رہا ہے۔ علم حدیث میں آپ کی نظر بہت گہری اور وسیع تھی۔ ابن تیمیہؒ جیسے شیخ و مصنف ہیں۔ رنگا رنگ علوم و فنون میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ میں نے ان کی تالیفات و تصنیفات کو شمار کیا تو ایک ہزار سے زیادہ پایا۔ حدیث اور فنونِ حدیث میں آپ کی تالیفات سے لوگوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا۔ علم حدیث میں آپ کو کمال مہارت تھی"۔ وغیر ذلک۔

ابن الجوزی کی تالیفات کے ۲۶۳ نام تو اسی تعارف پائے میں موجود ہیں جو اسی "تلبیس ابلیس" کے آغاز میں دیا گیا ہے۔ تلبیس ابلیس آپ کی ایک نہایت مفید اور سبق آموز تصنیف ہے۔ اس میں آپنے واقعات کی شہادت سے یہ واضح کیا ہے کہ شیطان آدمی کو کس کس طرح گمراہ کرتا ہے اور اس کی زد سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی بچا ہوا نہیں۔ مسلمانوں کے ہر طبقے اور ہر گروہ کی فکری و عملی بے اعتدالیوں اور غلط کوشیوں کا تذکرہ اس میں آپ کو ملے گا۔ نفسِ موضوع ہی کے تعلق سے ماضی و حال کے تمام گمراہ فرقوں اور ان کی شاخوں کا حال' ان کی تاریخ' ان کے اطوار و کوائف اور افکار و تصورات کا جائزہ بھی شاملِ کتاب ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ باطل اندازِ فکر کا رد بھی خوب کیا ہے۔ ترجمہ سلیس و شگفتہ ہے۔ من حیث المجموع اس کتاب کو اہلِ ذوق کے لئے بلاشبہ ایک اچھا تحفہ کہا جا سکتا ہے۔

حدیثِ اقبال

از طیب عثمانی ندوی ● ناشر:- دار الکتاب نیا گودام۔ گیا ● صفحات ۱۶۰ ● لکھائی چھپائی بُری نہیں۔ کاغذ سفید۔ قیمت مجلد تین روپے۔

یہ کتاب طیب عثمانی کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو وہ اقبالؒ اور ان کی شاعری کے متعلق وقتاً فوقتاً سپردِ قلم کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے ٹھیک کہا کہ فکرِ اقبال کی تشریحیں تو بہت کی گئیں لیکن زیادہ تر تشریحات میں فکرِ اقبال کم اور خود تشریح کرنے والوں کا اپنا فکر زیادہ ہے۔ لطف کی بات ہے کہ منکرینِ حدیث اور کمیونزم کے رسیا بھی اقبال کے شعروں کو اپنے گمراہ کن موقف کی تصویب و تائید میں کھینچ لاتے ہیں۔ جب کہ اقبال کے یہاں اس طرح کے فکرِ گمراہ کے لئے کھلا تبرّا

طیب صاحب کے مضامین میں زبان کی چاشنی بھی ہے اور رعنائی و روانی بھی۔ اقبال کے کلام کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے سمجھانے کی سعی انھوں نے دلکش انداز میں کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اقبال کے مختلف فکری گوشوں کو سامنے لانے والے یہ مختلف مقالات جامعیت کیساتھ اقبال کے پورے فکر و نظر کا جائزہ پیش نہیں کرتے۔ تاہم جس حد تک پیش کیے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔

کتاب کی قیمت مناسب سے کہیں زیادہ ہے۔ دو روپے مناسب ہوتے۔

اقبال کے شعروں میں زندگی ہے، پاکیزگی ہے، پیغام ہے، شاعرانہ حسن ہے، فکری علو ہے۔ تبصرہ ختم کرنے سے قبل چند شعر آپ بھی سنتے چلیے:-

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

میری زندگی کا ایک اہم واقعہ

ہر شخص کی زندگی کے کسی نہ کسی دور میں کوئی ایسا اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے جس نے اس کی زندگی کو متاثر کیا ہے اور رہنمائی کی ہے۔ ہم آپ ان واقعات کی روشنی میں اپنی زندگی کو خوشگوار اور باعث رحمت بنا سکتے ہیں۔

"رضوان" کا تیسرا خاص نمبر اسی موضوع پر ۲۵ جنوری ۶۲ء کو شائع ہو رہا ہے۔ جس میں ممتاز اہل علم و قلم اور دوست بہن بھائی شرکت کر رہے ہیں ● سبق آموز واقعات۔ مؤثر اصلاحی تاثرات۔

نصیحت کی نصیحت، کہانی کی کہانی

قیمت ایک روپیہ — سالانہ چندہ تین روپے۔ پاکستان میں ۳/۵۰ مستقل خریداروں کو ہفتہ یا پندرہ حفاظت سے منگانے کے لئے فیس رجسٹری پچاس نئے پیسے ارسال کیجئے۔

نوٹ :- پاکستانی حضرات اپنا چندہ ۳/۵۰ حسب ذیل پتہ پر ارسال کر کے ڈاکخانہ کی پہلی رسید ہم کو روانہ کر دیں۔

"ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات۔ منصل خیر المدارس ملتان"

دفتر ماہنامہ "رضوان" ۳۷ گوتن روڈ لکھنؤ (یو۔پی)

از بیلم سیم محمد سیم زبیری

پانی کس وقت پیا جائے

زندگی اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہوا کے بعد سب سے ضروری شے پانی ہے۔ گندہ اور کثیف و خراب پانی سے ہماری صحت بگڑ جاتی ہے۔ غیر وقت پانی پینے سے ہمارا جسم طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس ہمیشہ صاف برتنوں میں رکھا ہوا صاف پانی صحیح وقت پر پینا چاہیئے تاکہ صحت برقرار رہے۔

تناول غذا کے ایک یا دو گھنٹے بعد دو تین گلاس پانی پینا سب سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ اس عرصہ میں طبیعت بکمال اطمینان غذا کے ہضم میں اپنے تصرفات شروع کر دیتی ہے۔ غذا کے ساتھ تھوڑی مقدار میں غذا کے ایک یا دو گھنٹہ بعد کافی مقدار میں پانی پینا ہاضمہ کے فعل میں بہت امداد دیتا ہے اور اس طرح خوراک کا بہت طاقت بخش جوہر حاصل ہو کر ہماری صحت و توانائی کو برقرار رکھتا ہے۔ پانی کم مقدار میں پینے سے عموماً قبض کی شکایت ہو جاتی ہے لیکن غذا کے درمیان تھوڑا پانی اور غذا کے ایک یا دو گھنٹہ بعد دو تین گلاس پانی پینے والا قبض کا مریض نہیں رہتا۔ اگر موٹے تازے آدمیوں کو قبض کی شکایت رہتی ہو تو ان کو صبح سویرے بھی خالی پیٹ ایک دو گلاس پانی پینا چاہیئے۔ جو لوگ گرم گرم غذا کھانے کے عادی ہوں ان کو چاہیئے کہ غذا کے درمیان میں ہرگز پانی نہ پئیں کیوں کہ گرم گرم روٹی سالن اور ٹھنڈا پانی دانتوں اور معدہ کے لئے مضر ہے۔ فولادی دانتوں اور آہنی معدہ کو بھی چند ہی دنوں میں کمزور کر دیتا ہے۔ غذا کے ساتھ زیادہ مقدار میں اور غذا کے فوراً بعد پانی پینا جیسا کہ عام طور پر لوگ پیتے ہیں، صحت کے لئے مفید نہیں ہے ہضم کے فعل کو کمزور کر دیتا ہے اگرچہ جوانی میں یہ کمزوری ہضم کی زیادہ محسوس نہ ہو، لیکن عہد شباب ڈھلنے کے بعد جوانی کی بداحتیاطیاں اور بداعتدالیاں رنگ لائے بغیر نہیں رہتیں۔

غذا کے درمیان اور غذا کے فوراً بعد کافی مقدار میں پانی پینے سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ غذا کے درمیان تھوڑا پانی پیا جا سکتا ہے پیاس بجھانے کے لئے آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے گھونٹوں میں پانی پینا چاہیئے۔ موسم گرما میں ایک گلاس پانی اگر چار پانچ منٹ میں ختم کیا جائے تو اس سے بہت تسکین حاصل ہوتی ہے۔ پھلوں اور میووں کے اوپر۔ دوڑ یا چلا پھرنے اور ورزش یا سخت محنت کے کام کے بعد۔ سو کر اٹھنے کے فوراً بعد پانی نہ پینا چاہیئے۔ جن لوگوں کو غذا کے فوراً بعد رفع حاجت کے لئے جانا پڑتا ہو یا جن لوگوں کو ملین اجابت ہوتی ہو ان کو غذا کے دوران میں پانی نہ پینا چاہیئے، بلکہ دو گھنٹہ بعد ایک گلاس پانی کافی ہے۔ اگر تم اپنے معدہ کو قوی اور فعل ہضم کو درست رکھنا چاہتے ہو تو غذا کے درمیان اگر پیاس برداشت نہ ہو سکے تھوڑا پانی اور غذا سے ایک یا دو گھنٹہ بعد زیادہ مقدار میں پیا کرو لیکن غذا کے فوراً بعد ہرگز نہ پیو۔ جن لوگوں کے معدے گرم ہوں یا وہ گرم مزاج ہوں یا موسم شدید گرم ہو تو ایسے حالات میں صبح کو نہار منہ، غذا سے پہلے یا غذا کے فوراً بعد چند گھونٹ پانی پینے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اس کی مداومت نہ کرنی چاہیئے۔

موسم سرما ختم ہوتا جا رہا ہے جسمانی کمزوریوں کو دور کرنے اور پوشیدہ بیماریوں کے علاج کیلئے یہ مناسب موسم ہے جو زمانہ باقی ہے اس سے فائدہ اٹھائیے۔ صحیح رہنمائی کے لئے محافظ شباب اور انیس خواتین مفت طلب کیجئے۔ محافظ شباب مردوں کی سچی رفیق ہے اور انیس خواتین عورتوں کی بہترین ہمدرد۔ دونوں شائستہ اور نہایت کارآمد کتابیں ہیں۔ بلا ضرورت بھی ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ مردانہ اور زنانہ ہر قسم کی بیماریوں کے متعلق مفت مشورہ لیجئے لیکن جواب کے لئے لفافہ رکھنا نہ بھولیئے۔

یہ پتہ کافی ہے:- **بیگم محمد عظیم زبیری - امروہہ ضلع مرادآباد۔**

اُردو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو

نفیس اور ایمان افروز کتابیں

مکتبہ تجلّی دیوبند (یو۔پی)

اس فہرست میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو عام طور پر نہیں ملتیں۔ جلد فائدہ اٹھائیے۔

گذارش

آرڈر دینے کے ساتھ چند باتوں کا لحاظ ضرور رکھیے

- فرمائش کے ساتھ کم سے کم چوتھائی رقم ضرور ارسال فرمائیے۔
- اپنا پتہ صاف لکھیے۔
- اپنا ریلوے اسٹیشن بھی لکھیے تاکہ وزن زیادہ ہو تو کتابیں ریل سے بھیجی جائیں۔ ڈاکخانہ سے خرچ زیادہ ہوتا ہے۔
- ڈاک یا ریل خرچ خریدار ہی کے ذمے ہوگا۔
- ہو سکتا ہے جس وقت آپ آرڈر دیں اس وقت اس فہرست کی کوئی کتاب ختم ہو چکی ہو لہٰذا یہ ضرور لکھیے کہ کسی کتاب کے ختم ہو جانے کی صورت میں آپ کی مطلوبہ دوسری کتابیں بھیجی جائیں یا نہیں؟
- آرڈر دے کر وی پی واپس کرنا قانوناً بھی جرم ہے اور اللہ کے نزدیک بھی گناہ ہے۔
- پارسل وصول کرنے کے بعد اگر کوئی بھی شکایت پیش آئے تو غصہ اور بدگمانی مت کیجئے۔ اطلاع دینے پر مکتبہ تجلّی انشاء اللہ ہر جائز شکایت کی تلافی ضرور کرے گا۔

منیجر مکتبہ تجلّی دیوبند

تاریخ اسلام کامل

از۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

یہ تین جلدوں کی ضخیم تاریخ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ قدیم و جدید تاریخوں کا نچوڑ سمجھیے۔ اسلام کی اس سے زیادہ جامع معتبر اور نفیس تاریخ اُردو میں کوئی نہیں۔ روشن کتابت و طباعت۔ سفید کاغذ۔ حسین گرد پوش۔ تین جلدیں الگ الگ مجلّد۔

قیمت چھتیس ۳۶ روپے

ازالۃ الخفاء

امام وقت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی یہ کتاب خلفائے راشدین کے اسوۂ و عمل، خلافت کی حقیقت اور خلافت سے متعلق لطیف و نازک مباحث کی تنقیح و تشریح میں لاجواب مانی گئی ہے اردو ترجمہ سلیس۔

لکھائی چھپائی روشن۔ دو جلدوں میں الگ الگ مجلد مکمل۔

قیمت بیس روپے

حجۃ اللہ البالغہ

یہ شاہ ولی اللہؒ کی وہ تصنیف ہے جس نے مصر و حجاز شام و عراق تک کے جلیل القدر علماء سے خراج تحسین حاصل کیا۔ دین کے اہم ترین موضوعات پر لاجواب تحقیقی مواد تاریخ فلسفہ، تصوف، فقہ، اصول اور دیگر فنون شریفہ کا بیش بہا گنجینہ۔ ترجمہ شستہ۔ عربی متن ساتھ ساتھ ہے۔

دو جلدوں میں مکمل۔ مجلد

قیمت بیس روپے

ریاض الصالحین مترجم اردو (مع عربی)

۴۳۳ آیات قرآنی اور ۱۹۱ احادیث نبوی صلعم کا

بیش بہا ذخیرہ

امام محی الدین ابی ذکریا یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس بے نظیر کتاب کو بڑی تحقیق و جستجو کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔ ایمان افروز قابل مطالعہ مجموعہ ہے۔

ترجمہ و فوائد۔ مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

قیمت مکمل مجلد بیس روپے

البرامکہ

مصنفہ مولانا عبدالرزاق کانپوری

عالم اسلام کے نامور وزراء، خالد برمکی، یحییٰ برمکی، اور جعفر برمکی کون تھے انھوں نے عہد عباسیہ میں کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان دانشور اور مدبر وزیروں کے عروج و زوال کی حیرت انگیز و عبرت انگیز داستان۔

قیمت مکمل مجلد بیس روپے

الادب المفرد مترجم (اردو مع عربی)

دنیائے اسلام کے سب سے بڑے محدث امام بخاریؒ کی جمع کردہ ان احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ کا انمول ذخیرہ، جو تمام تر شخصی اخلاق خاندانی تعلقات، انسانی حقوق، معاشرے اور قومی فرائض سے متعلق ہیں اس عظیم کتاب میں روزمرہ زندگی کے وہ زرین اصول درج ہیں، جو ہر انسان کیلئے سرچشمۂ ہدایت ہیں قیمت مجلد بارہ روپے

نوٹ:۔ یہی کتاب بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ "کتاب زندگی" کے نام سے آٹھ روپے کی مل سکتی ہے۔

آئینہ حقیقت نما

مصنفہ:۔ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

ہند اور مغربی مورخین گذشتہ دو سو سال سے ہندوستان پر مسلم فاتحین کے حالات کو تعصب کے زہر میں بجھے ہوئے قلم سے لکھ کر پیش کر رہے تھے اور مسلمان حکمرانوں کی ساری خوبیاں خرابیاں ہو کر رہ گئی تھیں۔ ایسے میں مورخ اسلام نے محققانہ قلم اٹھایا اور تمام الزامات کا مدلل اور رندان شکن جواب تاریخ کی روشنی میں لکھا جو "آئینہ حقیقت نما" کے نام سے پیش کیا۔ یہ کتاب حیرت انگیز تاریخی معلومات کا خزانہ ہے۔ قیمت مکمل مجلد بارہ روپے

● تحقیق اہم اعظم۔ چھ آنے ● احکام القمار۔ تین آنے ● تدبر قرآن۔ (از مولانا امین احسن اصلاحی) سوا تین روپے ● ہماری شہنشاہی۔ دو روپے دس آنے

● البیانات بینات درس بیت میں ایک عمدہ کتاب ساڑھے چار روپے ● الہامون۔ علم خلیفہ اردو ترجمہ شمائل ترمذی مع ترجمہ مولانا شبلی مرحوم کے تکلمے۔ دو جلدی اردو ہے۔

وقت عبودیت (از امام ابن تیمیہؒ) ایک روپیہ ● رحمۃ اللعالمین (رسول اللہ صلعم کی عظمت پر غیر مسلموں کی شہادتیں) صرف ۱۰ پیسے ● تسخیر الاسلام (علامہ محمد اسد) ۱۲ روپے

۵۲۳ احادیث نبویؐ کا ایمان افروز اور بے مثل خزانہ
جسے فقہ حنفی کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے
مرتب فرما کر عالم اسلامی پر احسانِ عظیم فرمایا ہے

ترجمہ و فوائد
مولانا سعد حسن
قیمت مکمل مجلد آٹھ روپے

ایک ہزار سے زائد
احادیث نبویؐ کا قدیم ترین و بے نظیر مجموعہ
جسے حضرت امام مالکؒ نے اپنی جمع کردہ دس ہزار احادیث نبویؐ
کے ذخیرہ سے انتخاب فرما کر سب سے پہلے عالم اسلامی
کو عطا فرمایا۔

بروایت :- حضرت امام محمدؒ
ترجمہ و فوائد :- خواجہ عبدالوحید
قیمت مکمل مجلد آٹھ روپے

سفینۃ الاولیاء

داراشکوہ کی مشہور مستند کتاب سفینۃ الاولیاء کا سلیس
و بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں آنحضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و امام اعظم ابوحنیفہ۔ امام
احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام مالک بن انس، امام شافعی
و ائمہ اثنا عشری و ازواج مطہرات و اسلام کی مشہور و نیک خواتین
اور اولیاء کرام کے جامع حالات از تاریخ ولادت تا تاریخ وفات کو
مستند ماخذوں سے جمع کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے بارہ آنے

تاریخ عالم

جس میں آدمؑ سے لیکر حضور اکرمؐ تک انبیاءؑ کے حالات مع تاریخ
پیدائش و وفات، اور مکمل تاریخ اسلام و دیگر اقوام عالم کی تاریخ
کے علاوہ دنیا کے مشہور ممالک اور ریاستوں کی تاریخ اور
ان کے جغرافیائی حالات بھی آ گئے ہیں۔

از مولوی رحیم بخش صاحبؒ
قیمت مکمل مجلد چار روپے پچاس نئے پیسے

تدوین حدیث

جس میں حدیث کی شرعی حیثیت، حدیث کی دینی اہمیت
و ضرورت، اس کی تدوین و حفاظت، اور اس کے معیار رد و قبول
کے متعلق جملہ مباحث پر نہایت تحقیقی و تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے
نیز ان شکوک و شبہات کا نہایت اطمینان بخش جواب دیا گیا
ہے جن کی وجہ سے بعض لوگ حجیت حدیث کا انکار کرنے لگتے
ہیں۔

از :- مولانا سید مناظر احسن گیلانی قدس سرہٗ
قیمت مکمل مجلد سات روپے

مقالاتِ احسانی

یعنی

مشہور طرق تصوف، طریقۂ نقشبندیہ، طریقۂ غزالیہ، طریقۂ اشغال مطلقہ پر
بصیرت افروز مقالات نیز مثنوی معنوی اور فتوحات مکیہ
کے بعض مقامات کی تشریح۔

از

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت مکمل مجلد سات روپے

اسنتِ رسولؐ۔ مصنفہ :- شیخ مصطفےٰ السباعی۔ مترجم :- ملک غلام علی۔ سوا دو روپے ● فضائل حج (مجلد) پونے چار روپے ● نور محمدی

دنیائے عرب کے شہرۂ آفاق مصنف محمد حسین ہیکل
کی چند بلند پایہ کتابیں اُردو لباس میں

حیاتِ محمدؐ | سیرۃ پر ایک عظیم، سیر حاصل اور مبسوط کتاب۔ فکر انگیز اور منفرد۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

ابوبکر صدیق اکبرؓ | تقریباً پانچسو لمبے صفحات پر خلیفۂ اولؓ کا فکر انگیز، مبسوط اور محققانہ تذکرہ۔ اُردو ترجمہ دلآویز و شستہ۔ پانچ روپے۔

عمر فاروق اعظمؓ | ۷۶۵ لمبے صفحات پر فاتح اعظم خلیفۂ ثانیؓ کا محققانہ، مفصل اور شایانِ شان تذکرہ۔ دلچسپ اور ایمان افروز۔ نو روپے۔

محسنِ انسانیت

سیرۃ رسولؐ پر جناب نعیم صدیقی کی مشہور تالیف جو جذبے اور والہانہ شیفتگی سے بھرپور ہونے کے ساتھ ساتھ بیحد دلچسپ، جامع اور فکر انگیز ہے۔ ایک پیغام۔ ایک درس موعظت۔ ہر دو جلد سولہ روپے

مکاتیب امام غزالیؒ

حضرت امام غزالیؒ کے ان نایاب اور گراں قدر خطوط کا مجموعہ جو سلاطین، وزراء، اعیان و امراء حکومت اور ائمہ و فقہاء دین کے نام لکھے گئے۔ مترجمہ:۔ عبدالوہاب ظہوری۔ مرتبہ:۔ احمد غزالیؒ۔ قیمت تین روپے بارہ آنے۔

مقالات جمال الدین افغانیؒ

چودھویں صدی کے مجدد اور مفکر جمال الدین افغانیؒ کے زندگی افروز، ولولہ انگیز، روح پرور، عزم آفریں اور ردا عیانہ عربی خطبات و مقالات کا شستہ اُردو ترجمہ۔ مجلد چار روپے۔

سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح زندگی اور ان کے عہد حکومت کے مجددانہ کارنامے۔ مؤلفہ:۔ مولانا عبدالسلام ندوی۔ قیمت مجلد تین روپے۔

تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہؒ

حضرت مجدد اعظم کی زندگی اور ان کے فکر و نظر کی تشریح و توضیح۔ از:۔ علامہ مناظر احسن گیلانی مرحوم۔ قیمت مجلد چار روپے پچاس نئے پیسے۔

فتوح الغیبؒ

مشہور زمانہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مقالاتِ عالیہ اصل عربی کتاب سے سلیس و عام فہم ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایمان افروز تعلیمات کا یہ مجموعہ ہر مسلمان کے مطالعہ کی چیز ہے۔ قیمت مجلد ڈھائی روپے۔

تذکرہ سلیمانؒ

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ادوار زندگی کا جائزہ۔ انہیں ان کے روحانی ارتقاء اور روح کی تفصیل، ان کے خصوصی کمالات، اور اصول تربیت کا ذکر اور آخر میں طریق تربیت کا کامل مرقع۔ قیمت مجلد سات روپے پچاس نئے پیسے۔

حدیث اور قرآن

حدیث اور قرآن میں باہم کیا ربط ہے؟ رسالت کسے کہتے ہیں، سنت کا مفہوم کیا ہے وغیرذلک۔ اس کتاب میں مولانا مودودیؒ نے نہایت عمدگی سے منکرین حدیث کے گمراہ کن نظریات کا رد کیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

رحمتِ عالم۔ سید سلیمان ندویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب۔ ڈیڑھ روپیہ ● درویشی کیا ہے؟ سوا دو روپے ● کراماتِ صحابہؓ۔ ڈیڑھ روپیہ

آئین کے تین سبق۔ ایک روپیہ ● نئے کردار اور نئی زندگی (اسلامی ایک روپیہ ● مسلمانانِ ہند کے سیاسی رسول۔ ایک روپیہ ● مسلمان شہریوں کی ذمہ داریاں ● اسلامی انتخابات کی روشنی میں۔ ۷۵ نئے پیسے
دعوات عبدیت (مولانا اشرف علی کے مواعظ حسنہ کا مجموعہ) فی حصہ دو روپے (اس میں عبدیت و کیفیت میں عبدیت اور لطف و کیفیت میں عبدیت کا ذکر ہے) ● حضرت ابوبکر صدیقؓ

مولانا مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل احمد کے وہ خطوط جو زمانۂ قید و بند میں جیل سے لکھے گئے۔ سبق آموز دلپذیر۔ قیمت دو روپے۔

تذکیۂ نفس

مولانا امین احسن اصلاحی کی مشہور کتاب جس میں تزکیۂ نفس کے تمام پہلوؤں پر فکر انگیز اور مفید و مؤثر گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت مکمل و مجلد چھ روپے۔

مکاتیب سلیمانؒ

مولانا سید سلیمان ندویؒ کے خطوط مولانا مسعود عالم ندویؒ کے نام۔ قیمت مجلد تین روپے۔

عقائد الاسلام

تفسیر حقانی کے شہرۂ آفاق مفسر مولانا عبدالحق حقانیؒ کی جلیل القدر کتاب جو اسلام کے عقائد سے روشناس کراتی ہے۔ مجلد چار روپے

اسلام کا نظام عدل

دنیائے عرب کے مشہور صاحب قلم عالم استاذ سید قطب کی بلند پایہ عربی تصنیف کا عمدہ اردو ترجمہ جس میں اسلام کے نظام عدل کی سیر حاصل تشریح کی گئی ہے۔ مجلد چھ روپے۔

تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات

تاریخ کے بعض دلچسپ، اہم اور تعجب خیز واقعات کا عبرت آموز بیان۔ قیمت تین روپے۔

دانستہ افادیت ہی کے پیش نظر اسے زائد چھپوایا گیا تھا۔ اب بھی کچھ مقدار موجود ہے۔ جلد طلب فرمائیں۔ قیمت ایک روپیہ

تجلّی کا خاص نمبر ۵۷ء

ایمان و عمل کے علمی و دینی مسئلہ پر معرکہ آرا بحث۔ بدعات کا مفصل رد اور دوسری مفید و دلچسپ چیزیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

بدعت کیا ہے؟

بدعت کے رد اور سنت کے اثبات میں ایک عظیم الشان مقبول ترین کتاب یہ آپ کو عقائد کے باب میں بہت مدد دے گی۔ مجلد تین روپے

خالد سیف اللہ

اُس مردِ مجاہد کا مستند تذکرہ جسے اللہ کے سچے رسولؐ نے سیفٌ من سیوف اللہ کے لقب سے نوازا۔ جس کی شمشیر زنی تاریخ میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ عربی سے ترجمہ۔ ڈھائی روپے۔

نظام الملک طوسی

الپ ارسلان کے وزیر کبیر ابو علی حسن بن علی کی مبسوط سوانح عمری۔ قابل اعتماد تاریخی مواد۔
مؤلفہ:۔ مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری مصنف ابراہمکہ
قیمت بارہ روپے

فتنۂ انکار حدیث کا منظر و پس منظر

منکرین حدیث کے رد میں ایک مبسوط، مدلل اور دلچسپ کتاب۔ ان کے ہر ہر اشتباہ کا جواب۔ انکے افکار کی پوست کندہ حقیقت اور ان کے موقف کی لغویت کا اثبات۔ پُر لطف اور دلنشیں نقد۔ قیمت مکمل سرحصہ ساڑھے تیرہ روپے

● امارتِ عظمیٰ۔ مصنفہ:۔ سید محمد رشید رضا مدیر المنار مصر۔ مترجم:۔ مولانا ابوالفتح عزیزی۔ دو روپے دس آنے۔ ● خاصانِ خدا کے لئے ایک مفید ترین کتاب ۷۵ پیجز ● عبادت میں اسلامی زندگی کی دعوت اور اس کی کامیابی کے امکانات۔ ۴۰ پیجز ● فاروق اعظمؓ

اسلامی قانون نمبر

یہ ضخیم نمبر مثالی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اسے اسلامی قانون کی انسائیکلوپیڈیا کہیئے جس کی تدوین و تکمیل میں عرب و عجم کے بڑے بڑے فضلاء و ائمہ نے حصہ لیا ہے۔ ایک سے ایک اعلیٰ مقالہ نفیس منتخب مضمون۔ نقشے۔ گوشوارے۔ خاکے۔ دو مبسوط حصوں میں۔ قیمت مکمل آٹھ روپے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی چار کتابیں اردو لباس میں

الوسیلہ وسیلے کی حقیقت اور شرعی حدود کیا ہیں۔ کیا سنت ہے اور کیا بدعت۔ کونسا راستہ فلاحِ آخرت کا ہے اور کونسا گمراہی کا۔ لاجواب تحقیقی مواد۔ قیمت مجلد نو روپے۔ **تفسیر آیت کریمہ** تین روپے مجلد ساڑھے تین روپے

وجد و سماع گانا بجانا، قوالی، عرس وغیرہ کے بارے میں بے نظیر گفتگو۔ پیش لفظ مدیر تجلی کا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

مناسکِ حج حج اور مقامِ حج کے بارے میں محققانہ مواد۔ قیمت مجلد تین روپے۔

خلافتِ معاویہؓ و یزید

جناب محمود عباسی کی وہ ہنگامہ خیز کتاب جس کے دلائل قاہرہ اور تحقیقی مواد کا جواب نہ پاکر شیعہ اور اہل بدعت حضرات نے حکومت کا دروازہ جھانکا اور بعض مقامات پر اسے ضبط کرا دیا۔

واقعات کربلا، اسوۂ یزید، موقف حسین اور شیعی اندازِ نظر کی گہری تنقیح و تنقید۔ سنجیدہ زبان۔ علمی لہجہ۔ بادقار استدلال، تاریخ کربلا کے متعلق ایک نیا لیکن تحقیقی زاویۂ نظر۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

علامہ ابن جوزیؒ کی ممتاز اصلاحی تالیف

تلبیس ابلیس (اردو)

مترجمہ: مولانا ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی

مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کی کمزوریوں، بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشان دہی۔ مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد کا بیان۔ مکائد شیطانی کی مبسوط اور عبرت انگیز داستان۔ قیمت دس روپے۔

● فضائل ذکر (مجلد) تین روپے ● احکام سلطانیہ۔ مصنفہ:۔ علامہ ابوالحسن ماوردیؒ مترجمہ: یفتی انتظام اللہ شہابی۔ مجلد چھ روپے

ساٹھ ہزار الفاظ پر مشتمل عربی اردو ڈکشنری

محاورات وضرب الامثال نیز اہم اشیاء کی
نادر تصاویر کا شاہکار

المنجد (اردو)

المنجد کو تمام عربی زبان کی لغات میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ ابتک اس سے صرف عربی داں ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن اب اردو داں بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس مترجم ایڈیشن میں متعدد خوبیاں اور بھی ہیں نیا مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے جسمیں لغت کی تاریخ اور ماہرین لغت کے حالات درج ہیں۔

ضخامت ڈیڑھ ہزار صفحے سے زائد
قیمت مجلد ستائیس روپے

عربی سیکھنے والوں کے لئے تحفہ نادرہ

القاموس الجدید

ایک رفیع الشان اردو عربی ڈکشنری

بے شمار اردو الفاظ کے عربی مترادفات کے علاوہ اس میں ضرب الامثال، محاورات اور زبان کے نئے تغیرات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے ضروری مقامات پر تصاویر کے ذریعہ مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔

مفید بیش قیمت اور جلیل القدر
قیمت مجلد سات روپے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چند کتابیں

● تذکرہ - سات روپے ● آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی - چھ روپے ● مقالات آزاد - دو روپے ● مضامین البلاغ - پونے چار روپے ● عیدین - ڈیڑھ روپیہ ● شہادت حسین - ڈیڑھ روپیہ - ● حقیقت الصلوٰۃ - ۷۵ نئے پیسے ● مضامین آزاد - دو روپے ● ملفوظات آزاد - ڈھائی روپے۔

مشہور دینی انشاپرداز نعیم صدیقی کی چند کتابیں

تحریک اسلامی اپنے لٹریچر کے آئینے میں	ڈیڑھ روپیہ
معروف و منکر	تین روپے
تخریب و تعمیر	تین روپے

شاہجہاں کے ایامِ اسیری
اور

عہدِ اورنگ زیب

مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر کا بارہ سالہ روزنامچہ (۱۶۵۶ء تا ۱۶۶۸ء) جس میں شاہ جہاںؒ کے آخری دور کا حال، اورنگ زیبؒ کی بھائیوں سے کشمکش، مغل شہنشاہیت کے پس پردہ واقعات اور اس دور کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

تازیانے

زین القضاۃ احمد بن محمد کی مشہور کتاب المستطرفات کا اردو ترجمہ (مع عربی متن) عبرت آموز حکایتیں۔ سبق آموز تمثیلیں۔ قیمت مجلد تین روپے

امام احمد ابن حنبل - ڈھائی روپے ● فضائل درود و سلام - ڈیڑھ روپیہ ● اسلام زندہ باد (اسلام کی حقانیت پر غیر مسلموں کے اعترافات) ایک روپیہ

اچھی کتابوں کا مطالعہ بہترین نعمت ہے

لیکن ــــ اس نعمت کا مدار صحت مند آنکھوں پر ہے

اور آنکھوں کی صحت کیلئے سرمہ

ایک جانی پہچانی چیز ہے

آپ کا بیس سالہ پرانا خادم

مضبوط شیشی ــــ مضبوط خول ــــ تازہ اور محفوظ

ایک تولہ پانچ روپے

۶ ماشہ تین روپے

ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ

تین شیشی ایک ساتھ منگانیوالے کو ڈاک خرچ معاف

خالص جستی کیمیائی سلائی دو آنے

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے خریدیئے اسمیں ڈاک خرچ نہیں دینا پڑے گا۔ اگر نہ مل سکے تو اس پتے سے طلب کیجئے۔

دارالفیض رحمانی دیوبند (یو۔پی)

دیہاتی معالج

دیہاتی معالج
اُردو، ہندی اور انگریزی
تینوں زبانوں میں موجود ہے

طبعت ... حفظ ماں ... نبض دیکھنے
نسخہ نویسی ... ٹھوس غذائیں
اور بعض مفید نسخے

وہ طبی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ تقریباً ۹۰ فیصدی بیماریوں اور چوٹوں (ایکسیڈنٹ) جو عام طور پر گھروں میں عموماً پائی جاتی ہیں اور جو ہر شخص کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں ان سب کا علاج گھریلو ٹوٹکوں سے ہو سکتا ہے۔ ان تحقیقات کی بنا پر یہ دیہاتی معالج تیار کیا گیا ہے۔ دیہاتی معالج کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ دیہات کے لوگوں کو ان کی روزمرہ کی غذاؤں سے علاج بتایا جائے۔ اس کتاب میں ۱۰۰ سے زائد بیماریوں کا علاج بتایا گیا ہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسی بیماریوں کی ہے جو شہروں میں بھی عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ اس کتاب میں ہر بیماری کے علاج کے لیے دو یا تین نسخے دیے گئے ہیں۔ ان نسخوں میں ایک نسخہ ایسا ہے جو ہر شخص کے لیے بغیر کسی دقت کے تیار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے نسخے میں جڑی بوٹیوں کے نام دیے گئے ہیں جو ہر شخص کو آسانی سے مل سکتی ہیں۔ تیسرے نسخے میں ایسی دوائیں تجویز کی گئی ہیں جو ہر شخص کو آسانی سے مل سکتی ہیں۔ ان نسخوں میں تقریباً ۵۰ نسخے ایسے ہیں جو صرف عورتوں کے لیے ہیں۔ ان نسخوں میں زچگی کے دوران اور بعد کی پیچیدگیوں کا علاج بتایا گیا ہے۔ ان میں ایک نسخہ ایسا ہے جو ہر شخص کو آسانی سے مل سکتی ہیں۔ ان نسخوں میں تقریباً ۵۰ نسخے ایسے ہیں جو صرف عورتوں کے لیے ہیں۔ ان نسخوں میں زچگی کے دوران اور بعد کی پیچیدگیوں کا علاج بتایا گیا ہے۔ ان میں ایک نسخہ ایسا ہے جو ہر شخص کو آسانی سے مل سکتی ہیں۔ ان نسخوں میں تقریباً ۵۰ نسخے ایسے ہیں جو صرف عورتوں کے لیے ہیں۔ ان نسخوں میں زچگی کے دوران اور بعد کی پیچیدگیوں کا علاج بتایا گیا ہے۔

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف)
دہلی — کانپور — پٹنہ

Monthly DEOBAND U. P. Regd. No. A 972

- دھندلا لا، رتوندا، پڑبال، سرخی، اور آنکھیں دکھنے میں مفید ہے۔
- آنکھوں کے آگے تارے اڑتے ہوں، یا بینائی کمزور ہوتی جارہی ہو، یا آنکھیں تھکاوٹ محسوس کرتی ہوں تو اسے استعمال فرمائیے۔
- ضروری ہدایات ساتھ بھیجی جاتی ہیں۔

جن حضرات نے تجربہ کے بعد تعریفی تحریریں مرحمت فرمائیں ان میں سے چند کے اسماء گرامی

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔ حضرت مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب عثمانی مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب (ندوۃ المصنفین دہلی)۔ ڈاکٹر ظفر یار خاں سابق ملٹری سرجن۔ حکیم کنہیا لال صاحب وید سہارنپور۔ ڈاکٹر انعام الحق صاحب ایل ایم ایس ہومیو پیتھک۔ ساہو جوالا سرن صاحب رئیس اعظم مراد آباد۔ جناب امتیاز نسیمی ایڈیٹر اسلامی دنیا دیوبند

ہندوستان کا پتہ دارالفیض رحمانی۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ (یو۔پی) انڈیا

پاکستان کا پتہ مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸۰ مینا بازار پیر الٰہی بخش کالونی۔ کراچی (پاکستان